شریر نگاہوں سے حفاظت ہوسکے جو کھلے جسم کو دیکھ کر لذت اندوز ہوتی ہیں، حجاب عورت کی عفت وعصمت اور بدنگاہی ومختلف شرور سے تحفظ کی علامت اور ڈھال ہے۔

اسلام لانے کے بعد مجھے مستقل حجاب استعمال کرنے میں بڑی مشکل پیش آرہی ہے، وجہ یہ ہے کہ اب تک میرے گھر والوں کو میری اس عظیم روحانی انقلاب کا علم نہیں ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ ان کو علم بھی نہ ہو، کیونکہ ڈر ہے کہ مجھے اس کے بعد بڑے ردعمل اور سخت حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک کمپنی میں میری ملازمت بھی خطرہ میں ہے۔ وہاں کسی مسلم عورت کو حجاب لگانے کی اجازت نہیں ہے، اس سے قبل چند با حجاب خواتین ملازت سے معطل کی جاچکی ہیں، اس طرح حجاب استعمال کرنے کی زحمت اور گھروالوں کے خوف اور ملازمت سے معطلی کی وجہ سے میں بڑے کشمکش میں پڑ گئی ہوں، مجھے تو حجاب استعمال کرنے کی بڑی خواہش وشوق ہے لیکن ہمارا معاشرہ اور خاندان اس کو بالکل قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہے، لیکن میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اسلامی حجاب میں ہی زندگی گزاروں گی۔

❖❖❖

حضرت ابوایوب قریشی فرماتے ہیں کہ ان کے خاندان کی ایک خاتون بے انتہا عبادت گزار اور نماز روزہ کی بے حد پابندی تھیں، ایک دن شیطان نے ان کو طرح طرح سے بہکانا شروع کیا کہ اے نیک بخت خاتون اگر تم اس طرح سے روزہ رکھتیں رہیں اور نماز ادا کرتی رہیں تو جسم لاغر ہوجائیگا۔ اعضا ڈھیلے پڑ جائیں گے، اس سے بہتر ہے کہ اپنی عبادت میں کچھ کمی کردو، تاکہ ذہنی جسمانی نشاط باقی رہے اور تم زیادہ عبادت کرسکو۔

ان پاکباز خاتون کا بیان ہے کہ یہ بات میری سمجھ میں آگئی اور میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اب آج سے اس مشورے پر عمل کروں گی اسی روز میں مغرب وعشاء کے درمیان سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں سلام کرنے کی غرض سے مسجد نبوی میں حاضر ہوئی، سلام عرض ہی کررہی تھی کہ مجھ کو شیطانی وسوسہ یاد آگیا، میں نے فوراً توبہ کی اور پروردگار سے عرض کی کہ اے خدا شیطان کے اس مکروفریب سے مجھ کو دور رکھ کہ اچانک مجھ کو محسوس ہوا کہ قبر مبارک سے ایک آواز اس طرح آرہی تھی۔

”ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا انما یدعوا حزبہ لیکونوا من اصحاب السعیر۔“

اس آیت کا ذہن میں آنا تھا کہ میں گھبرا اٹھی اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے لیکن اللہ کا شکر ہے اس کے بعد سے پھر کبھی شیطان مجھ کو بہکانے کا ہمت نہ کرسکا۔

کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) 100/-
کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) 90/-
کاروان زندگی حصہ سوم 80/-
کاروان زندگی حصہ چہارم 90/-
کاروان زندگی حصہ پنجم 80/-
کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) 90/-
کاروان زندگی حصہ ہفتم 80/-
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) 40/-
حج کے چند مشاہدات 6/-
خواتین اور دین کی خدمت 25/-
کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) 35/-
دعائیں 10/-
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) 200/-
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں) 200/-
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) 355/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر 70/-
اپنے گھر سے بیت اللہ تک 25/-

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

زاد سفر دو جلدیں (نیا ایڈیشن) 150/-
باب کرم (نیا ایڈیشن) 12/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول 15/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم 14/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم 15/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم 12/-
ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی) 20/-
موج تسنیم (اردو) زیر طبع
مناجات ہاتف 10/-
دیار حبیبؐ 5/-

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) 15/-
کلید باب رحمت 6/-
ذائقہ (نیا ایڈیشن) 15/-
ذکر خیر 〃 15/-

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

لبیک اللہم لبیک 30/-
سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ 50/-
سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ 150/-
زبان کی نیکیاں 15/-
گلدستہ حمد وسلام 6/-
کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

دو مہینے امریکا میں 90/-
جزیرۃ العرب 70/-
حج ومقامات حج 35/-
امت مسلمہ 70/-
سماج کی تعلیم وتربیت 45/-

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) 870/-
اسلام کیا ہے؟ (اردو) 30/-
اسلام کیا ہے؟ (ہندی) 35/-
دین وشریعت 70/-
ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت 70/-
قادیانی مسلمان نہیں 25/-
آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) 40/-
آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) 45/-
درس قرآن 200/-

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ 45/-
مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) 80/-
مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) 120/-
(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)
تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ 35/-
سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ 30/-
(مولانا محمد الحسنیؒ)
بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) 40/-
ذکر رسولؐ 〃 55/-
مولانا محمد علی جوہر 〃 175/-
(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)
کتاب النحو (حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ) 18/-
کتاب الصرف 〃 20/-
بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) 40/-
تاریخ میلاد (حکیم الشکور) 30/-
مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) 30/-
سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمن شروانی) 25/-

مکتبہ اسلام ۲/۵۴-۱۷۲، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸۔
فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

Rs. 10/-

LW/NP-184/2006-08
R. N. 2416/57

Monthly

RIZWAN

Ph: 0522-2270406

172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226018

...RINTED AT KAKORI OFFSET PRESS, Lko.

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات .... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگزشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

● ایک تاریخی دستاویز ● ادبی مرقع ● دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان و عزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت و طباعت

قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات

اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔

قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کرسکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت 25/-

ذکرِ خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد ۵۱	ستمبر ۲۰۰۷ء	شمارہ ۹

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

● میمونہ حسنی ● عائشہ حسنی

● جعفر مسعود حسنی ● محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپے

غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر

فی شمارہ : ۱۰/روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۵۴/۲/۱۷۲، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ-۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2270406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 0522 - 9452041099

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ----- ۳
- حدیث کی روشنی .... امۃ اللہ تسنیم ------ ۴
- رمضان اور اس کی برکات .... مولانا سلیم اللہ خاں صاحب ------ ۶
- کامیاب ازدواجی زندگی بسر کیجئے .... لبنیٰ خیال ----- ۱۰
- رسول کی پسندیدہ غذائیں ———— مولانا نسیم اختر شاہ قیصر ——— ۱۳
- زکوۃ اور اس کے اسرار .... امام ابن جوزیؒ ----- ۱۵
- اعتکاف، فضائل و مسائل .... مولانا قمر الزماں ندوی ----- ۱۹
- حمد پاک .... عبدالقیوم شاکر ------ ۲۱
- بدگمانی تعلقات کی دشمن .... محمد نصیر الدین ----- ۲۲
- تراویح اور اس کے ضروری مسائل .... مفتی محمود حسن گنگوہی ---- ۲۴
- معمولی باتوں پر جھگڑا .... مفتی محمد جمال الدین ----- ۲۸
- رسول اکرمؐ اور علم طب .... جہانگیر احمد ---- ۳۱
- حضرت سعید بن مسیبؒ .... ----- ۳۳
- سوال و جواب .... مفتی محمد راشد حسین ندوی ---- ۳۶
- جرمن خاتون شاء نور کا قبول اسلام .... محمد جاوید اختر ندوی ---- ۳۸

اپنی بہنوں سے

مدیر

جس وقت یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا، اس وقت رمضان المبارک شروع ہو چکے ہوں گے، یہ برکت کا مہینہ ہے اس کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ماہ شعبان سے اسکی تیاری شروع فرما دیتے تھے اور لوگوں سے فرماتے کہ ان پر ایک ایسا مہینہ آرہا ہے جو خیر و برکت والا ہے اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں۔

اگر غور کیا جائے تو اس کا اثر نمایاں طور پر نظر آتا ہے جو لوگ غیر رمضان میں نماز وغیرہ سے غافل اور دور رہتے ہیں وہ بھی مسجدوں میں نظر آنے لگتے ہیں اور ایک ماحول سا بن جاتا ہے مسجدیں آباد نظر آنے لگتی ہیں، تراویح و تلاوت قرآن سے فضا گونجنے لگتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ہر نیکی کا دس گنا سے سات سو گنا تک ثواب نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے مگر روزہ خاص میرا ہے اور میں خود ہی اس کا صلہ جو چاہوں گا دوں گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر شئے کا ایک دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔

روزہ پر اس قدر اجر و ثواب کا سبب دو باتیں ہیں اول یہ کہ روزہ کھانے پینے اور مباشرت کے چھوڑنے کا نام ہے اور ایسا پوشیدہ کام ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس کے علاوہ جتنی عبادتیں ہیں مثلاً نماز، تلاوت، زکوۃ اور حج وغیرہ یہ سب ایسی عبادتیں ہیں جس سے عام لوگ واقف ہو سکتے ہیں لہٰذا روزہ وہی مسلمان رکھے گا جس کو عابد و زاہد کہلانے کا شوق نہ ہوگا دوسری وجہ یہ ہے کہ روزہ سے دشمن خدا یعنی شیطان مغلوب ہوتا ہے کیوں کہ نفسانی خواہشات پیٹ بھرنے پر ہی اپنا زور دکھاتی ہیں اور شیطان انہی خواہشات کو واسطہ بنا کر مسلمانوں کا شکار کرتا ہے اور جب روزہ کی وجہ سے مسلمان بھوکا رہا اور تمام خواہشیں کمزور پڑ گئیں تو شیطان مجبور ہو گیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو مقید کر دیا جاتا ہے اور ایک آواز لگانے والا آواز لگاتا ہے، اے! بھلائی کے طلب گار آگے بڑھو، اے بدکار باز آ۔

اس ماہ مبارک میں ایک رات شب قدر ہے وہ ہزار راتوں سے بہتر ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا شب قدر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو، آخری عشرہ میں ہم لوگوں کو عبادت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے کیا عجب کہ ہم کو اگر وہ رات نصیب ہو جائے تو بیڑہ پار ہو جائے اللہ تعالیٰ ہم کو زیادہ سے زیادہ اس ماہ مبارک سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، کیا معلوم ہم کو آئندہ یہ مبارک مہینہ نصیب ہو یا نہیں کتنے ایسے لوگ ہیں جو سال گزشتہ موجود تھے لیکن اس سال وہ موجود نہیں لہٰذا اس ماہ مبارک کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرنی چاہیے تاکہ پورا فائدہ اٹھا سکیں۔

قرآن پاک کا اس ماہ مبارک سے خاص تعلق ہے اسی ماہ میں قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر نازل ہوا لہٰذا اس ماہ میں تلاوت قرآن کا خاص اہتمام کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہ مبارک سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

درود کی فضیلت

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ، اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ، وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ، فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ، وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ، فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ، یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے اگلوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ گنتی کے چند دن روزہ رکھو، پھر جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں تو گنتی ضروری ہے دوسرے دنوں سے اور ان لوگوں سے جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے فدیہ ہے (یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلانا) پھر جو اپنی خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور یہ صورت کہ تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو، رمضان کا مہینہ ایسا ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا جو لوگوں کا رہنما ہے اور جس میں ہدایت اور امتیاز حق و باطل ہے۔ پس جو شخص تم میں سے یہ مہینہ پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو گنتی کے دوسرے دنوں سے، اللہ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا تاکہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ کی بڑائی کرو اس بات پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی اور تاکہ تم احسان مانو۔

روزہ کا اللہ کے یہاں درجہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آدمی کا ہر عمل اس کے لئے ہے اور روزہ خاص میرے لئے ہے میں اس کا بدلہ دوں گا اور روزے سپر ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ فحش بکے نہ بیہودہ گوئی کرے نہ جھگڑا کرے اگر کوئی اس کو گالی بھی دے یا جھگڑا کرنے پر آمادہ ہو جائے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں اور قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک سے زیادہ پسند ہے اور فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک افطار کے وقت جب کہ وہ روزہ کھولتا ہے۔ دوسرے خوشی قیامت کے دن ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور اپنے روزہ کا بدلہ دیکھے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ کھانا پینا چھوڑنا اور خواہش کا ترک کرنا میری خاطر تھا تو روزہ میرے لئے ہوا اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور ایک نیکی کی جزا دس گنی ہے۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آدمی کو ہر عمل کے بدلے میں دس نیکیاں سات سو گنا تک دی جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ تو خاص میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اس لئے کہ اس کا کھانا پینا چھوڑنا اور خواہش کا ترک کرنا میری خاطر تھا اور روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔ ایک افطار کے وقت جب کہ وہ روزہ کھولتا ہے اور دوسری خوشی

اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی اور روزہ دار کے منہ کے بو اللہ کو مشک سے زیادہ پسند ہے۔

جنت کے دروازے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے رستہ میں ایک جوڑا دے گا، وہ جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔ کہا جائے گا اے اللہ کے بندے یہ بہتر ہے، پس نمازی کو نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا غازی کو جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ روزہ دار کو باب الریّان سے، اور خیرات کرنے والوں کو صدقہ کے باب سے بلایا جائے گا، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، جو شخص ان دروازوں سے بلایا جائے گا اس کا نقصان تو نہیں ہے لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کوئی ایسا بھی ہے جو ان سب دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ ﷺ نے عرض کیا ہاں مجھے امید ہے تم ان میں سے ہو۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ جس کا نام ہے ریّان۔ قیامت کے دن اس دروازے سے روزہ دار کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا اور کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں پس روزہ دار کھڑے ہوں گے اس دروازے میں داخل ہو جائیں گے، ان کے داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔

(بخاری۔ مسلم)

اللہ کے راستہ میں نکلنے کی حالت میں روزہ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فی سبیل اللہ جہاد میں روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس روزہ کے باعث اس کے چہرے کو ستر سال کے لئے آگ سے دور رکھے گا۔

روزہ کی رُوح

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان میں اجر اور ایمان کی خاطر روزے رکھے گا تو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ (بخاری۔ مسلم)

رمضان کی پہلی رات

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان المبارک کی پہلی رات کو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیاطین باندھ دئے جاتے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

اگر چاند نظر آئے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور شوال کا چاند دیکھ کر افطار کرو، اور اگر ابر وغیرہ سے چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔ (بخاری)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اگر چاند دکھائی نہ دے تو پورے تیس روزے رکھو۔ (مسلم)

رمضان میں جود و کرم کی فضیلت آنحضرت ﷺ کا معمول

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں اور بھی زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ حضرت جبریلؑ رمضان میں ہر رات آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ سے قرآن کے دور کرتے تھے۔ تو جب حضرت جبریلؑ آپ ﷺ سے ملاقات کرتے تو آپ ﷺ تیز ہوا سے زیادہ سخاوت فرماتے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخر عشرہ کی راتوں میں شب بیداری فرماتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے اور خود کمر کس کر تیار ہو جاتے تھے۔

رمضان اور اس کی برکات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان

رمضان کی رونقیں

یہ تو ہمارا ہر سال کا مشاہدہ ہے کہ رمضان کا چاند ہوگا تو انشاء اللہ ایمان کی محفلیں اور روحانی مجلسیں جمیں گی، روح پرور مناظر کثرت کے ساتھ دیکھنے کو ملیں گے، اور الحمد للہ یہ ہو رہا ہے اور نمازیوں کا جوق در جوق نماز کے لئے آنا، ان کا تلاوت قرآن کریم میں شوق وذوق کے ساتھ مشغول ہونا، دعائیں اور اسی طریقے سے دوسرے جو خیر کے اعمال ہیں ان کے اندر مشغول ہونا خوشی کا باعث ہے، کاش! اللہ تبارک وتعالیٰ اس کیفیت کو دائم اور قائم رکھے۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت بھی نماز کیلئے آنے والے، تلاوت قرآن کریم کا اہتمام کرنے والے، دعا اور ذکر میں مشغول ہونے والے اگر ان کے مقابلے میں شمار کئے جائیں، جو نماز کو نہیں آتے، تلاوت نہیں کرتے تو ان کی تعداد ان سے بہت کم ہوگی۔ یہ وہاں کی بات کر رہا ہوں جہاں آپ تشریف رکھتے ہیں۔ یہاں تراویح اور روزے کا سماں عجیب وغریب منظر پیش کرتا ہے وہاں کی یہ بات ہے اور نہیں تو آپ کو ایسے علاقے بھی ملیں گے کہ جہاں جاکر معلوم ہوگا کہ رمضان آیا ہی نہیں۔ یہ بھی آپ ہی کے ملک میں ہے، کہیں دور کی بات نہیں۔ ایسے علاقے بھی آپ کو ملیں گے کہ جہاں نماز پڑھنے والوں کی تعداد سو فیصد ہے۔ خواہ رمضان ہو یا رمضان کے علاوہ اور یہ بھی دیکھا ہے کہ شاذ ونادر کوئی نماز پڑھنے والا ہے باقی سب غافل۔ بہر حال ''الحمد للہ ثم الحمد للہ'' کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رمضان المبارک کی یہ نعمت اور دولت ہمیں زندگی میں ایک مرتبہ پھر عطا فرمائی ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے۔

رمضان کی عبادت اور اس کی برکت

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ اگر روزہ کو اس کے آداب اور تمام حقوق کی رعایت کے ساتھ رکھا جائے تو آدمی کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ صرف یہی نہیں ہوتا کہ وہ سحری کھاتا ہے اور افطار تک بھوکا رہتا ہے، اور تراویح پڑھتا ہے۔ قرآن مجید سنتا ہے، یہ سارے کام اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کرتا ہے اور اپنی راحت کو قربان کرتا ہے، بغیر ناشتے کے تو اس کا دوپہر کو دم نکل جایا کرتا تھا اور اب وہ صبح سے لے کر شام تک بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ کام بھی کرتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے کہ اللہ نے روزے کی توفیق عطا فرمائی۔

جب ایک روزہ پورا ہوتا ہے اس کی خوشی میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی ہے۔ تراویح پڑھتا ہے، کھانا کھایا ہوا ہے، پیٹ بھاری ہے، عشاء کی نماز ویسے ہی دوسری نمازوں سے کون سی کم ہے؟ اب بیس رکعت اور، اور وہ اس طرح کہ امام صاحب اس میں ایک پارہ تلاوت کریں گے۔ سوا پارہ تلاوت کریں گے، کہیں ڈیڑھ پارہ پڑھا جا رہا ہے، کہیں دو ہیں، کہیں تین ہیں، کہیں دس ہیں، کہیں پندرہ بھی ہیں، اور ایسے بھی لوگ ہیں، جو ایک رات میں پورا قرآن ختم کر لیتے ہیں، لیکن یہ شوق وذوق کے ساتھ اس میں شامل ہے۔

تزکیہ کیا ہوتا ہے؟

تو یہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور تعمیل خوشی کے ساتھ کرتے ہوئے اپنے نفس کو دبا رہا ہے اور اس کی خواہشات کو کچل رہا ہے۔ تو یوں سمجھئے کہ کچھ سے کچھ بن رہا ہے۔

ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک حکیم باغیچے سے گزر رہا تھا وہاں اس نے دیکھا کہ ایک آملے کے درخت سے ٹوٹے ہوئے دو آملے نیچے پڑے ہیں۔ اس نے ان کو اٹھالیا اور اٹھالینے کے بعد ان سے کہا کہ جناب! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کا تزکیہ کردوں۔ آملوں نے سوال کیا کہ تزکیہ کیا ہوتا ہے؟ حکیم صاحب نے فرمایا کہ تزکیہ یہ ہوتا ہے کہ میں سوئی سے تمہارے اندر کچوکے لگاؤں گا اور تمہارے اندر جو کھٹا اور کسیلا پانی بھرا ہوا ہے وہ سارا نکال دوں گا۔ اور پھر تمہیں شیرے میں ڈال دوں گا اور ایک مدت تک تم شیرے میں رہو گے تو وہ جو کچوکے لگا کر تمہارا کھٹا پانی نکالا گیا ہے وہ ہے تزکیہ جس کے بعد تمہیں شیرے میں رکھا جائے گا اور بعد میں نکال لیا جائے گا۔ تزکیہ کی وجہ سے تم قیمتی بن جاؤ گے۔ پھر تمہاری بڑی شان ہوگی تو ایک نے کہا کہ اگر واقعی اس تزکیہ کی وجہ سے میری قیمت میں اضافہ ہو جائے گا اور میری شان بڑھ جائے گی تو مجھے تزکیہ منظور ہے اور دوسرے نے کہا:

نہ ہو بندہ کسی بندے کے بس میں
تڑپ کر رہ گئی بلبل قفس میں

اس نے کہا کہ یہ ظلم گوارا نہیں کہ اپنے آپ کو آپ کے حوالے کردوں اور آپ کچوکے لگا لگا کر میرا ستیاناس مار دیں۔ میں اس کیلئے تیار نہیں۔ حکیم صاحب نے ایک کو لے لیا جو تیار تھا اور دوسرے کو چھوڑ دیا، جس کو چھوڑ دیا وہ دھوپ کی تپش اور گرمی کی شدت کی وجہ سے وہاں پڑا پڑا کالا ہوگیا۔ اس کی صورت بھی مسخ ہوگئی اور اس کی سیرت بھی بدل گئی۔ وہاں پڑا رہا، ایک روز بنیا آیا اور اس نے جھاڑو دے کر جتنے سوکھے آملے پڑے ہوئے تھے اپنی بوری میں بھر لئے اور لے جاکر دکان میں کونے کے اندر ڈال دی۔ وہاں وہ آملہ دوکان میں بوری کے اندر پڑا ہوا تھا۔ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا لالہ جی پیٹ میں بہت درد ہے اور قبض شدید ہے اگر ترپھلہ تمہارے پاس ہو تو بڑی مہربانی ہوگی مجھے دے دو۔ انہوں نے وہی آملہ سوکھا ہوا اور ہڑ اور بہڑا تینوں نکال کر دیں اور کہا اس کو کوٹ کر پھانک لیں تو تیرے پیٹ میں جو غلاظت بھری ہوئی ہے وہ نکل جائے گی۔ تو وہ جس نے اپنا تزکیہ منظور نہیں کیا تھا اور وہیں باغ میں پڑا رہا تھا اس کا یہ حشر ہوا کہ اس سے یہ خدمت لی جارہی ہے۔ پیٹ کے اندر جو نجاست بھری ہوئی ہے اس کو کھینچ اور باہر پھینکو۔ یہ تو اس کا کام ہے اور وہ دوسرا جس کو حکیم صاحب لے گئے تھے اور اس کا تزکیہ کیا تھا اور اس کو انہوں نے شیرے میں رکھا تھا وہ بہترین شیشے کے مرتبان میں موجود ہے۔ نواب رامپور کو دل کی شکایت ہوتی ہے۔ حکیم اجمل خان نسخہ لکھتے ہیں مربہ آملہ گرفتہ، از آب گرم شستہ در ورق نقرہ پیچیدہ، نہار منہ بخورند (مربہ آملہ لیں، اس کو گرم پانی سے پہلے دھوئیں اور چاندی کے ورق میں لپیٹیں اور نہار منہ نواب صاحب اس کو نوش فرمائیں) یہ اس کا مقام بنا، جس نے تزکیہ کرایا۔ وہ اس کی حالت ہوئی، جو تزکیہ کیلئے تیار نہیں ہوا تھا۔

رمضان نفس پر غلبہ کا موسم ہے

یہاں آپ کا رمضان میں تزکیہ ہو رہا ہے اور آپ قیمتی بن رہے ہیں۔ آپ کے روحانی جذبات میں ابھار ہے۔ ایک شوق کی کیفیت ہے۔ آپ اذان سنتے ہی مسجد کی طرف رواں دواں چلے آرہے ہیں، نماز بھی پڑھ رہے ہیں، تلاوت بھی کر رہے ہیں، ذکر بھی کر رہے ہیں، دعا بھی کر رہے ہیں، روزے اور تراویح کا اہتمام ہے۔ ظاہر ہے کہ اس ماحول میں جہاں نفس پر غلبہ حاصل کیا جا رہا ہے، نفس کی اس وقت کوئی حیثیت نہیں وہ آپ کے سامنے ہتھیار ڈالے ہوئے ہے، شیطان کی اس وقت کوئی حیثیت نہیں، وہ آپ سے اس وقت بالکل عاجز اور بے بس ہے۔ اس

لئے کہ آپ نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ ہم نے یہ روزے بھی رکھنے ہیں، تراویح بھی پڑھنی ہے، تلاوت بھی کرنی ہے، اور ذکر بھی کرنا ہے اور دعا بھی مانگنی ہے۔ کیوں جی! یہی ارادہ اگر آپ ہمیشہ کیلئے کرلیں تو کیا پھر شیطان اور نفس آپ پر غالب آسکتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ اور اس وقت جو کیفیت آپ کے قلوب کی ہے، یہ کیفیت کیا پسندیدہ کیفیت نہیں ہے؟ یقیناً وہ پسندیدہ ہے تو اس کو باقی رکھنا چاہئے۔ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور آپ کی شان، آپ کا رتبہ کتنا بلند تھا؟ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی آمد کا شعبان سے اہتمام کرتے تھے۔ ایک مہینہ پہلے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تیاری کرتے تھے اور اس کا اہتمام کرتے تھے۔

دوستو! عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ موسم روحانیت کو فروغ دینے، روحانی صحت حاصل کرنے اور اپنی روحانیت کو قوی سے قوی تر بنانے کا ہے اور شیطان اور نفس کے مقابلے میں غلبہ حاصل کرنے کا موسم ہے اور یہ عملی طور پر ہو رہا ہے۔ ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ یہ ہو رہا ہے۔

رمضان جیسا ذوق عبادت باقی مہینوں میں بھی ہونا چاہئے

لہذا یہ جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک مہینہ ہمیں عنایت فرمایا ہے۔ یہ بات ایک مہینہ تک نہ رہ جائے یہ سلسلہ آئندہ بھی رہنا چاہئے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہم ان مبارک ساعات اور مبارک اوقات میں اللہ سے دعائیں کریں کہ اے اللہ! ہماری اس کیفیت کو موت تک قائم اور برقرار رکھ۔ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کو قائم اور برقرار رکھ۔ روزہ تو فرض نہیں ہوگا رمضان المبارک کے بعد۔ لیکن نماز تو فرض رہے گی اور نفس کو مغلوب کرنا اور شیطان کے مقابلے میں قوت حاصل کرنا اور اس کو دبانا، یہ ہر وقت ضروری ہے اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔ رمضان کے بعد نہ روزہ ہے، نہ رمضان کے بعد تراویح ہے، روزہ اگر ہے تو نفلی ہے، تراویح نفلی بھی نہیں ہے۔ تراویح اس وقت جو آپ پڑھتے ہیں وہ سنت ہے، وہ رمضان کے بعد نہیں ہے۔ البتہ اگر دوسرے نوافل کی اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو بڑی خیر کی بات ہے اس لئے نوافل کا اہتمام ہونا چاہئے، کچھ نفلی روزے بھی رکھے جائیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد، سورج کے نکلنے تک اگر کوئی آدمی مسجد میں ٹھہر جاتا ہے اور وہ تلاوت کے اندر مشغول رہتا ہے اور دو رکعت اشراق پڑھتا ہے تو وہ ایک مقبول حج وعمرہ کا ثواب حاصل کرتا ہے۔ (ترمذی باب ما یستحب من الذکر) آپ کو معلوم ہے ہمارے ہاں رمضان کے علاوہ جب فجر کی نماز ختم ہوتی ہے تو عموماً اس کے بیس منٹ بعد سورج نکلتا ہے اور بیس منٹ کا وقت گزارنا مشکل نہیں۔

اعتکاف میں وقت کیسے گزاریں

تلاوت کریں، بیس منٹ میں ایک پارہ ہو جائے گا یا پھر آسان طریقہ یہ ہے کہ کتاب اٹھالو دو چار صفحات کا مطالعہ کرو۔ وقت گزر جائے گا تو یہ وقت بیس منٹ کا گزارنا کوئی بڑی بات نہیں۔ سرور کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آدمی جو فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک مسجد میں ٹھہرتا ہے اور اس کے بعد دو رکعت اشراق کی پڑھتا ہے تو دو رکعت اشراق کی پڑھنے والا یہ آدمی مقبول عمرے کے ثواب کا مستحق ہوگا۔ آپ جایئے گیارہ ہزار روپئے خرچ کرکے عمرے کیلئے۔ آج کل گیارہ ہزار ہیں اور معلوم نہیں اس میں کتنا اضافہ ہو جائے یہ تو خالی ٹکٹ کے پیسے ہیں اور اس کے بعد مزید اخراجات علاحدہ پھر تکلیفیں اور پریشانیاں اپنی جگہ پر ہیں۔ کہنا یہ ہے کہ یہ نعمت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہمیں مفت مل رہی ہے تو ہم اس کی ناقدری

کیوں کریں؟ لہذا اگر وہ روحانی فضا بن جاتی ہے اور مزاج میں اور طبیعت کے اندر احکام خداوندی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی عظمت اور اہمیت قائم ہو جاتی ہے تو یہ تو میں آپ سے اشراق کی دو رکعت کی بات کر رہا ہوں۔ لیکن بات اشراق تک محدود نہیں بلکہ ہر معاملے میں سنت کی پیروی انسان کو عظمت بخشتی ہے۔ ناخن کاٹنا، سرمہ لگانا، معمولی عمل ہے، اس میں بھی اگر سنت کی رعایت کی جائے تو ایمان میں ترقی ہوتی ہے سرمہ لگاتے وقت ایک سلائی دائیں آنکھ میں پھر دو سلائی بائیں آنکھیں میں پھر آخر میں ایک سلائی دائیں آنکھ میں لگائیں تاکہ ابتداء بھی دائیں سے ہو اور اختتام بھی دائیں پر ہو اور ناخن پہلے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا ناخن کاٹیں پھر دوسری انگلیوں کے ناخن کاٹیں پھر بائیں ہاتھ کی پھر چھوٹی انگلی سے کاٹتے ہوئے انگوٹھے کی طرف آئیں آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹیں تاکہ ابتداء بھی دائیں سے ہو اور انتہا بھی دائیں پر ہو۔

اتباع سنت کی کوشش کریں

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں تمام احوال میں آدمی کو اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کوشش میں وہ غلامان پیغمبر اور وہ وفاداران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر شامل ہو رہا ہے۔ اس کیلئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ اگر تم یہ طریقہ اختیار کروگے تو میرے محبوب بن جاؤگے، اللہ نے فرمایا: ۔

﴿قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله﴾ (آل عمران: ۳۱) اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کروگے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے۔ آج حقیر وذلیل، غیر اہم اور معمولی خواہشات کیلئے ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو قربان کر رہے ہیں۔ جن خواہشات کی کوئی قیمت اور اہمیت نہیں۔ اگر ہم ذرا عقل اور فکر سے کام لیں اور سوچیں تو معلوم ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بہتر کوئی عمل ہے ہی نہیں۔

بہرحال چونکہ یہ موسم ہے روحانیت کا اور اس وقت میں آپ کے جذبات گویا اللہ کے رسول اور اللہ کے حکم کی اطاعت کی طرف شوق وذوق کے ساتھ مائل ہیں اس لئے میں نے یاددہانی کرائی ہے۔ ●●

بھٹکل کے قارئین سے خصوصی گذارش

جناب حافظ محمد رئیس صاحب، استاذ مدرسہ ضیاء العلوم، میدانپور، تکیہ کلاں، رائے بریلی، اس وقت بھٹکل کے سفر پر ہیں جو حضرات ماہنامہ رضوان کی رقم دینا چاہیں وہ ان کو دے سکتے ہیں، اور رسید حاصل کرسکتے ہیں، ان کا موبائل نمبر مندرجہ ذیل ہے۔

09305233628

مینیجر ماہنامہ رضوان

نوٹ: ۲۶ر ستمبر ۲۰۰۷ء کے بعد رابطہ قائم کریں۔

کامیاب ازدواجی زندگی بسر کیجئے

لبنیٰ خیال

ایک نیا شادی شدہ جوڑا جب اپنی طویل رفاقت کا آغاز کرتا ہے تو وہ کون کون سی چیزیں ہیں کہ جن پر عمل کر کے یہ اپنی ازدواجی رفاقت کو ناخوش گوار واقعات کا نشانہ بننے سے بچا سکتے ہیں؟

پہلی نظر میں دیکھا جائے تو یہ سوال کثیر الجہت نظر آتا ہے اور اس سوال کا کوئی ایک کے بجائے متعدد جوابات ہو سکتے ہیں۔ اکثر افراد کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''کامیاب ازدواجی زندگی'' کی پشت پر ایک نہیں بلکہ کئی عناصر موجود ہوتے ہیں، جو مجموعی طور پر ازدواجی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر چہ کبھی کبھار کسی بات پر میاں بیوی کے درمیان ہو جانے والی تکرار ''ناخوش گوار واقعات'' کے زمرے میں نہیں آتی، ہاں اگر کوئی ایسی بات ہو کہ جس سے گھر کا ماحول ہی یکسر تبدیل ہونے لگے تو یہ تشویشناک ہے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں سے اسے ازدواجی زندگی میں تلخیاں بڑھنے لگتی ہیں۔ جس وقت ہم اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کرتے ہیں تو اگر اس وقت ہی تھوڑا سا وقت صرف کر کے اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی کر کے اس طویل سفر کا آغاز کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم کامیاب ازدواجی زندگی نہ گزار سکیں۔

ازدواجی زندگی کے عمومی مسائل

ازدواجی زندگی کا آغاز اگر چہ نہایت خوشیوں بھرا ہوتا ہے۔ سب لوگ جوڑے کو ''ہمیشہ سکھی اور خوش رہو'' کی دعائیں دیتے ہیں لیکن آج کل یہ بات نہایت عام ہو گئی ہے کہ شادی کے کچھ ہی دنوں کے بعد میاں بیوی میں اختلافات ہو جاتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ آج کل طلاق کی شرح میں تشویشناک اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ازدواجی زندگی کے آغاز میں اگر نو بیاہتا جوڑا یہ بات جان لے کہ زندگی میں صرف خوشیاں، سکھ اور آرام ہی نہیں بلکہ دکھ، مصیبتیں اور آلام بھی ہیں تو شاید اس کی نوبت نہ آئے کہ جس کا انجام خدانخواستہ علاحدگی پر منتج ہوتا ہے۔

ازدواجی زندگی میں ہر نو بیاہتے جوڑے کو دو قسم کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان میں اول جذباتی رشتے اور انہیں نبھانے کے دوران ہونے والی اونچ نیچ سے پیدا شدہ حالات کی تلخی اور دوسرے معاشی حالات۔

گھریلو تلخیاں

اگر شادی خاندان میں ہو تو میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے خاندان میں خود کو ایڈجسٹ کرنے کیلئے زیادہ کوشش نہیں کرنا پڑتی ہے لیکن اگر شادی غیر خاندان میں ہو تو پھر دونوں کو ایک دوسرے کے خاندان کو سمجھنے اور ان میں ایڈجسٹ ہونے کیلئے وقت درکار ہوتا ہے۔ بعض لوگ فطرتاً شرمیلے ہوتے ہیں، جبکہ بعض لوگ اتنے خوش مزاج ہوتے ہیں کہ بہت جلد سسرال کے ماحول کو اپنا لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان پر یہ شائبہ تک نہیں ہوتا کہ وہ کبھی غیر تھے۔

بات کوئی بھی ہو لیکن ایک امر طے شدہ ہے کہ کامیاب ازدواجی زندگی کو الجھنوں کا شکار بنانے میں گھریلو تلخیاں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہمیں یہ بات جان لینی چاہئے کہ گھر انسان کا قلعہ ہوتا ہے، اگر کوئی شخص خود کو اپنے قلعے میں غیر محفوظ تصور کرنے لگے تو اس کا ہر کام بے یقینی کا شکار ہونے لگتا ہے اور ایسے میں غلطیوں کے سرزد ہونے کی بھی

بہت گنجائش پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ بھی ان لوگوں میں سے ہیں کہ جنہوں نے ابھی ابھی اپنی ازدواجی رفاقت کا آغاز کیا ہے تو پھر ذیل کے مشورے یقیناً آپ کیلئے ہیں۔

سسرال کے ماحول کو سمجھیں

● اجنبیت کی دیوار کو گرا کر خوش گوار تعلقات کا آغاز کریں۔

● جس انداز میں سسرال والے رشتے ناطوں کو نبھاتے ہیں، اس پر تنقید کرنے سے گریز کریں اور انہیں طور طریقوں پر چلنے کی کوشش کریں۔

● اگر آپ بہو ہیں اور سسرال میں کسی بات کو مسئلہ سمجھتی ہیں تو اپنے میکے کے بجائے شوہر، ساس، سسر یا بڑی جیٹھانی، دیورانی یا نندوں سے اس پر مشورہ کر لیں۔

● گھر میں ہونے والی باتوں یا ایسی باتیں، جن سے آپ کی کبھی کبھار دل شکنی ہو جاتی ہو، ان کا میکے والوں سے اظہار کرنے سے گریز کریں۔

● شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنے سسرال والوں سے اچھے تعلقات قائم کرے اور سسرال والوں پر ایسی بیجا تنقید کرنے سے گریز کرے کہ جن سے اس کی بیوی کی دل آزاری ہوتی ہو۔

● شوہر کو چاہئے کہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ ساتھ سسرال میں ہونے والی تقریبات میں بھی شرکت کرے اور کبھی بھی بیوی پر ایسی پابندیاں نہ لگائے، جس سے کہ اس کو اپنے رشتے داروں سے ملنے میں رکاوٹ پیش آتی ہو۔ یاد رکھیں کہ خوش گوار ازدواجی زندگی کی بنیاد ہی دو فریقین کے ایک دوسرے کے رشتے داروں سے احترام کے سلوک پر قائم ہے۔

اگر ہم تھوڑی سی توجہ سے کام لیں تو ازدواجی زندگی میں گھریلو اور جذباتی معاملوں میں شروع ہونے والی تلخیوں سے خود کو بڑی حد تک بچا سکتے ہیں۔

معاشی حالات

گھریلو زندگی کو خوش گوار بنانے میں معاشی حالات کا اہم کردار ہوتا ہے اگر گھر میں جذباتی لحاظ سے سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے لیکن معاشی اعتبار سے مسائل موجود ہیں، تب بھی ازدواجی زندگی کو گھن لگ سکتا ہے، ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مضبوط ازدواجی رفاقت کیلئے اگر چہ دولت سر فہرست نہیں لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر گھر میں معاشی بدحالی ہو تب بھی ازدواجی زندگی خوشیوں بھری نہیں رہ سکتی ہے۔

پہلے ہمیں ایک چیز سمجھ لینی چاہئے وہ یہ کہ دولت کی ہوس کی کوئی انتہا نہیں، اسی طرح ہماری ضروریات بھی لامحدود ہو سکتی ہیں۔ جان لیں کہ زندگی میں دولت تین چیزوں کیلئے درکار ہوتی ہے۔

- ❖ ضرورت پوری کرنے کیلئے۔
- ❖ آسائشیں حاصل کرنے کیلئے۔
- ❖ تعیشات پانے کیلئے۔

مثال کے طور پر سخت گرمیوں کے ماحول میں ہم بغیر پنکھے کے رہتے ہیں۔ علاقے میں بجلی بھی موجود ہے، لیکن گھر میں پنکھا نہیں تو ایسے میں بجلی کا پنکھا ہمارے لئے ضرورت ہے۔ اب گھر میں پنکھا تو ہے لیکن پڑوسی نے نیا روم کولر لے لیا اور اس کی دیکھا دیکھی ہم بھی اپنی چادر دیکھے بنا پاؤں پھیلا لیں اور روم کولر خرید لیں تو یہ آسائش ہوئی۔ ایسے میں کہ گھر میں روم کولر اور پنکھے، دونوں موجود ہیں، آمدنی بھی محدود ہے لیکن آمدنی پر غور کئے بغیر ایک بڑی رقم خرچ کر کے ایئر کنڈیشنڈ خرید لیا جائے تو یہ تعیش کے زمرے میں آ گیا۔

بات چھوٹی سی ہے لیکن سمجھنے کی ہے اور جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ کبھی بھی دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسا کام نہ کریں کہ جو آپ کے گھریلو معاشی حالات یا خرچ و آمدنی سے مطابقت نہیں رکھتا ہو۔ مثلاً آپ کے معاشی حالات ایئر کنڈیشنڈ کے تو متحمل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کے استعمال کی صورت میں ماہانہ بجلی کا اضافی بل آپ کے بجٹ کو درہم برہم کر سکتا ہے۔ اب ایک مخصوص رقم زائد بل کی ادائگی میں خرچ ہو جائے تو اس سے گھر کی ضرورت کیلئے دیگر کئی اہم چیزوں کی خریداری پر اثر پڑے گا اور جب رقم نہ ہونے کی بنا پر خاتون خانہ

گھریلو ضرورت کی بعض چیزیں خریدنے سے رہ جائے اور اتفاقاً شوہر کو ان چیزوں کی ضرورت پڑ جائے تو پھر دونوں ایک دوسرے پر الزام تراشیاں کریں گے اور لامحالہ یہ باتیں میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کی بنیاد بنیں گی، اس لئے ہمیشہ صرف اپنے حالات کے مطابق کام کریں۔

مستقبل کی منصوبہ بندی

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایک نو بیاہتا جوڑا چند سال تک تو نہایت خوش وخرم زندگی بسر کرتا رہتا ہے، اسے کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی لیکن جوں جوں بچے بڑے ہوتے ہیں، اخراجات بڑھنے لگتے ہیں، تو "آمدنی" کو بنیاد بنا کر میاں بیوی میں تو تکار شروع ہوجاتی ہے۔ اگر تھوڑا سا غور کریں تو یہ سمجھ میں آجائے گا کہ اگر میاں بیوی اپنی نئی زندگی کے آغاز میں مستقبل کی منصوبہ بندی کرلیں تو ان مسائل سے بچا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر میاں اور بیوی دونوں ملازمت کرتے ہیں، اب شادی کے بعد میاں چاہتا ہے کہ اس کی بیوی ملازمت چھوڑ دے۔ اگر گھر میں کوئی ایسی معاشی تنگی نہیں ہے کہ بیوی کے ملازمت چھوڑ دینے سے معاشی مسائل جنم نہیں لے سکتے، تب تو ٹھیک ہے۔ بیوی کو شوہر کی خوشنودی کیلئے یہ بات مان لینی چاہئے لیکن صورت حال یہ ہو کہ سمجھائے کہ وہ ملازمت جاری رکھے گی اور اس طرح بچے کی ولادت اور اس کی پرورش بہ آسانی ہوسکے۔ اس طرح بچے ہوں یا نہ ہوں شوہر بھی کسی طرح اپنی آمدنی کا کچھ حصہ پس انداز کرلے تو اس سے بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت بھی احسن طریقے سے ہوسکتی ہے۔ یاد رکھیں کہ گھر کا خرچ اٹھانے کی ذمہ داری مرد کی جب کہ گھر چلانے کی ذمہ داری عورت کے کاندھوں پر ہوتی ہے۔ اس طرح جب دونوں صلح ومشورہ کرکے مستقبل کی فکر کرلیں تو میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ انہیں کبھی بھی دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اسی طرح ایک مرد کو بھی یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اخراجات ہمیشہ بڑھتے ہی رہتے ہیں ایک تو مہنگائی ہے، دوسرے شادی کے بعد جس طرح یک دم رشتے داریوں میں اضافہ ہوجاتا ہے، اسی طرح دکھ سکھ، ملنے جلنے اور اسی طرح کے بہت سارے ایسے اخراجات بھی جنم لے لیتے ہیں کہ جس کا کنوارپن میں لڑکوں کو اندازہ نہیں ہوتا۔ جب یہ مسئلے حل نہ ہوں تب بھی تلخیاں جنم لیتی ہیں۔ مثال کے طور پر میاں یا بیوی کے کسی رشتے دار کے گھر بچے کی سالگرہ ہے اب تحفے کیلئے پیسے درکار ہیں۔ اب اگر کوئی فریق پیسے نہ ہونے کے باعث شریک نہ ہو تو مورد الزام دوسرا فریق بنتا ہے۔ اگر تقریب شوہر کے رشتے داروں میں ہے تو الزام بیوی پر آئے گا کہ ارے اس نے ہی آنے نہیں دیا ہوگا، وہ تو ہم سے میل ملاپ ہی نہیں رکھنا چاہتی۔ لیکن تقریب بیوی کے رشتے داروں میں ہو تو شوہر پر انگلیاں اٹھیں گی۔ ارے میاں تو بس نکھٹو ہے، دیکھو دینے کی باری آئی تو خود نہیں آتا تو نہ آتا بیوی کو بھی نہیں آنے دیا۔ ارے خرچے سے جان بچاتا ہے۔

کسی بھی خوددار انسان کیلئے یہ باتیں نہایت تکلیف کا سبب بن سکتی ہیں، اس لئے کہ جب ایک نوجوان شادی کرلے تو اسے چاہئے کہ وہ آمدنی کے جائز اضافی وسائل بھی تلاش کرے۔ ضروری نہیں کہ شادی کے فوراً بعد ہی اسے بھاری اخراجات کا بھی سامنا کرنا پڑے تاہم ایک بات یقینی ہے کہ اولاد کی پیدائش کے بعد اس کیلئے اضافی آمدنی کے یہ مواقع اور ان کے ذریعے کی گئی بچت خاصے سکون کا سبب بن سکتی ہے۔ اس طرح اضافی آمدنی یا آمدنی کے موجود ذرائع سے پس انداز رقم اسے خاندان میں طعن وتشنیع سے بھی بچاسکتی ہے۔ ذہن نشین کرلیجئے یہ بات کہ خوش گوار ازدواجی زندگی چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اس پر چلنے کیلئے برداشت، درگزر اور مستقبل بینی کی ضرورت ہوتی ہے، اگر آپ ان چیزوں کے ہمراہ ازدواجی زندگی کے سفر پر چلیں گے تو نہ صرف سفر خوش خرم کٹے گا بلکہ منزل پر پہنچ کر تھکن کے بجائے طمانیت کا احساس ہوگا۔

❖❖❖

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ غذائیں

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر

خدائی نعمتوں کا شمار اور ذکر کس قلم اور زبان سے ممکن ہے۔ ہر لمحہ اور ہر آن انعامات الٰہی کا نزول اور عطائے ربانی کا نہ ٹوٹنے والا سلسلہ قائم ہے۔ دیگر نعمتوں کا احاطہ تو ممکن ہی نہیں، صرف ایک سانس جس سے زندگی کی ڈور بندھی ہوئی ہے، ایک ایسی عظیم نعمت اور احسان ہے کہ صرف اسی کا شکر اگر ادا کریں تو یہ عمر کم اور مختصر نظر آئے۔ قرآن نے خود اس حقیقت کا اظہار کیا اور وضاحت کے ساتھ بتایا: "وان تعدوا نعمت اللہ لاتحصوھا" جب خالق نے یہ اعلان کردیا تو ظاہر ہے نعمتوں کے شمار کا امکان ہی نہیں رہا، مگر چند بڑی نعمتیں وہ ہیں، جن پر گفتگو کی جاسکتی ہے اور اپنے مقصود کے بیان میں معاون بنایا جاسکتا ہے۔ خداوند قدوس نے ہمیں مسلمان بنایا، عقل وہوش، تمیز اور احساس کی دولت بخشی، ایمان کا نور، پاکیزگی اور عظمتوں سے مالا مال کیا، خاتم النبیین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرما کر انعامات اور احسانات کا تکملہ لکھ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جماعت انبیاء کے چراغ آخری پیغمبر کے خلقت فاخرہ سے سرفراز فرمائے گئے اور ان اوصاف وخصوصیات، امتیازات اور کمالات کا حامل آپ کو بنایا گیا، جو صرف آپؐ کی ذات کا حصہ ہیں۔ قرآن کے بیان کے مطابق آپ بشر بھی ہیں، اور نذیر بھی، شاہد بھی ہیں اور مشہود بھی، اخلاق کا اعلیٰ نمونہ بھی ہیں اور رحمتوں کا بیکراں سمندر بھی۔ قرآن کے الفاظ میں "وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین اور وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ، انا اعطینک الکوثر ورفعنا لک ذکرک وغیرہ۔

جس پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور اوصاف قرآن نے بیان فرمائے ہیں ان کی زندگی ہر زاویہ اور ہر اعتبار سے ایک نمونہ ہے اور رہتی دنیا تک پورے عالم کیلئے یہ نمونہ ہی بنی رہے گی۔ جہاں انسان اپنے معاملات، اصولوں، ضابطوں، اخلاق، کردار وعمل، رحم، کرم، طرز رہائش، حسن فکر، طرز معاشرت، طرز زندگی، پوشاک اور لباس کلام اور گفتگو، چہرے، آنکھ، حرکات وسکنات، نشست وبرخاست، عزیزوں، رشتہ داروں، شناسا اور اجنبیوں سے تعلقات اور عمل سے پہچانا جاتا ہے، وہیں اس کو جاننے اور سمجھنے کیلئے، اس کے میلان طبیعت سے واقف ہونے کیلئے اس کی غذا پر بھی لوگوں کی نگاہیں لگی ہوتی ہیں، جو نبوت کے آخری تاجدار کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف لائے، جنہوں نے اللہ احد کا پیغام پہنچایا، جن کو عظیم اور مقدس ترین آخری آسمانی کتاب دی گئی اور جن کی زندگی کا ہر گوشہ پراسرار راز بن کر نہیں رہا ان کے خورد ونوش کی چیزوں اور کھانوں کے بارے میں جاننا ایک فطری چیز ہے، اس لئے کہ غذا بھی انسان کے فکر وخیال اور افعال واعمال پر گہرے اثرات ڈالتی ہے، اس کی سوچ وفکر کے دھاروں کو متاثر کرتی ہے، اس کے مہذب اور بلند ہونے کی گواہی دیتی ہے اور پھر جس کی زندگی سادگی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہو وہ کھانے میں کیا پسند فرماتے تھے اور کن کھانوں کی جانب طبیعت راغب تھی، اس کو صرف معلومات کی غرض سے نہ پڑھا جائے، بلکہ اپنی صحت اور جسم کے تحفظ کیلئے بھی ان غذاؤں کا استعمال کیا جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بے حد پسند تھا، آپ

کا ارشاد گرامی ہے: ''دو چیزوں سے صحت حاصل کرو، شہد اور قرآن کریم سے''

ایک جسمانی صحت کیلئے اکسیر ہے، دوسرے سے امراض باطنی سے شفایابی اور روحانی انقلاب کیلئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہر مہینہ میں تین دن شہد چاٹ لے تو اسے کوئی بڑی تکلیف نہیں ہوگی۔''

شہد کی خصوصیت یہ ہے کہ جسم اور پھیپھڑوں کیلئے قوت بخش ہے، قلب کیلئے مفرح ہے، کھانسی، دمہ اور ٹھنڈ سے ہونے والی بیماریوں میں مفید ہے، خون کو صاف کرتا اور سرے کی طرح آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھ کی بیماریوں سے بچاتا اور نظر کو صاف کرتا ہے۔ قرآن کریم کے اندر سورہ نحل میں شہد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کھجور آپ کو بے حد پسند تھی اور خاص طور پر عجوہ کھجور آپ تناول فرماتے۔ عجوہ جنت کا پھل ہے اور اس میں زہر سے شفا دینے کی تاثیر ہے۔

کبھی تازہ کھجوریں اور ککڑی ایک ساتھ تناول فرماتے تھے، گویا اس طرح کھجور کی گرم تاثیر اور ککڑی کی سرد تاثیر کو ختم کرنے کا طریقہ سکھایا، کبھی یہ بھی ہوا کہ تربوز اور کھجور استعمال فرماتے اور ارشاد فرماتے: ''یہ تربوز گرمی کو ختم کرتا ہے اور کھجور سردی کو دور کرتی ہے۔''

روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ کھجور اور مکھن بھی آپ کی پسندیدہ غذا تھی، گوشت سے بھی آپ کو رغبت تھی، ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''دنیا و آخرت میں بہترین سالن گوشت ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

''کاندھے کا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند تھا۔''

سبزیوں میں کدو (لوکی) سب سے زیادہ مرغوب تھا، ثرید اور حلوہ بھی آپ کی غذا تھی۔ دودھ بے حد پسند فرماتے۔ ایک جگہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''تم گائے کا دودھ استعمال کیا کرو، کیونکہ اس میں شفا ہے اور اس کے گھی میں دوا کی تاثیر ہے۔'' جو کی روٹی آپؐ تناول فرماتے تھے۔ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانوں میں جن چیزوں کا ذکر ملتا ہے ان میں اکثر یہی ہیں، جن کی پاکیزگی، افادیت اور صحت بخش ہونے کی سب سے بڑی علامت خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو استعمال کرنا ہے۔ آپ کی زندگی کے بے شمار اور لا تعداد اعمال وہ ہیں، جن پر امت مسلمہ نے ہر دور میں عمل کرنے کی کوشش کی اور ان سنتوں کو زندہ رکھا، جو آپ کی ذات کے ساتھ خاص تھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو آپکی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

عبداللہ بن عیسیٰ فرماتے ہیں میں ایک روز رابعہ عدوی کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان کے چہرہ پر ایک خاص نورانی کیفیت محسوس کی، خوف خدا سے ان کی آنکھیں نم تھیں، ایک شخص نے ان کے سامنے قرآن مجید کی ایک ایسی آیت تلاوت کی جس میں عذاب آخرت کا تذکرہ تھا، یہ سنتے ہی ان کی چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہوگئیں۔

مین جب دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ ایک بوسیدہ بوریا پر بیٹھی تھیں، ایک دوسرے شخص نے ان سے کسی ایسے موضوع پر بات کی جس کو میں نہ سمجھ سکا، لیکن میرے کان بوریے پر آنسو گرنے کی آواز برابر سنتے رہے۔

مسمع بن عاصم کی روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کی خدمت میں چالیس دینار پیش کئے اور یہ کہا کہ آپ اس سے ضروریات پوری فرمائیے، یہ سنتے ہی وہ رونے لگیں اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا، وہ خوب جانتا ہے کہ میں دنیا مانگتے ہوئے اس سے بھی شرماتی ہوں حالانکہ سب چیز اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، پھر کیسے ایک شخص سے کچھ بھی لوں، جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

زکوٰۃ اور اس کے اسرار

امام ابن جوزیؒ

زکوٰۃ السلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ اللہ تعالی نے اس کو نماز کے ساتھ ملایا ہے۔ فرمایا: ﴿واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ﴾ (سورۃ بقرۃ: آیت: ۴۳) ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو''

زکوٰۃ کے انواع واقسام اور اس کے وجوب کے اسباب تو ظاہر ہیں۔ فقہ کتابوں میں اپنے موقع پر مرقوم ہیں۔ ہم صرف بعض شرائط اور آداب کا تزکرہ کریں گے۔

شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ منصوص علیہ چیز سے زکوٰۃ ادا کی جائے اور اس کی قیمت ادا نہ کی جائے صحیح یہی ہے اور جس نے قیمت ادا کرنے کو جائز کہا ہے اس نے صرف حاجت پوری کرنے کو ملحوظ رکھا ہے اور حاجت کا پورا کرنا ہی مقصود نہیں ہے، بلکہ اس کا کچھ حصہ ہے، کیوں کہ شریعت کے واجبات تین قسم کے ہیں۔

ایک قسم تو وہ ہے جس میں صرف بندگی کا اظہار ہے، جیسے جمرات کو کنکریاں مارنا۔ اس سے شریعت کا مقصد صرف بندے کا امتحان ہے کہ وہ تعمیل کرتا ہے یا نہیں تا کہ بندے کی غلامی ایسے فعل سے ظاہر ہو جس کے معنی بھی وہ نہیں سمجھ سکتا۔

دوسری قسم اس کے برعکس ہے اور وہ ایسے واجبات ہیں جن سے اظہار غلامی مقصود نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد خالص حقوق ہیں۔ جیسے لوگوں کا قرضہ ادا کرنا اور چھینی ہوئی چیز کو واپس کرنا وغیرہ۔ اس میں نیت اور فعل کا اعتبار بھی نہیں ہے، بلکہ جس طرح بھی مستحق کو اس کا حق پہنچ جائے مقصود حاصل ہو جائے گا۔ یہ دونوں قسم کے واجبات غیر مرکب ہیں۔

تیسری قسم مرکب واجبات کی ہے اور ان سے دونوں ل چیزیں مقصود ہوتی ہیں۔ مکلف کا امتحان بھی اور بندوں کی حقوق بھی۔ ان میں جمرات کو کنکر مارنے کی عبودیت اور حقوق ادا کرنے کا حصہ دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ان میں سے جو زیادہ باریک معنی ہیں، یعنی اظہار عبودیت ان کو نظر انداز کر دیا جائے اور شاید جو زیادہ دقیق ہے وہی زیادہ اہم ہے اور زکوٰۃ بھی اسی قسم سے ہے۔ اس میں فقیر کا حصہ حاجت پوری کرنے میں ہے اور عبودیت کا حق حکم کی تفصیلات میں اتباع شریعت کا مقصود ہے اور اسی اعتبار سے زکوٰۃ نماز اور حج کے قریب ہوگئی ہے۔ واللہ علم۔

زکوٰۃ کے باطنی آداب

معلوم ہونا چاہیے کہ آخرت کے طلب گار پر اس کی زکوٰۃ میں چند ایک ذمہ داریاں ہیں:

پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مقصد کو سمجھے اور یہ تین چیزیں ہیں۔ پہلی اپنی محبوب چیز نکالنے سے اللہ کی محبت کے دعوے دار کا امتحان۔ دوسری بخل سے پاک ہونا اور تسیری مال کی نعمت کا شکر۔

دوسری ذمہ داری یہ کہ زکوٰۃ پوشیدہ طور پر نکالی جائے کیوں کہ اس میں ریا کی آمیزش نہیں ہوتی۔ ظاہر کرکے دینے میں لینے والے کی ذلت کا اظہار بھی ہے پھر اگر اسے خوف ہو کہ زکوٰۃ نہ دینے کا اس پر الزام عائد ہوگا تو علانیہ طور پر کسی ایسے حاجت مند کو دے جو جماعت کے سامنے لینے کو برا نہ سمجھتا ہو۔

تیسری یہ کہ احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اس کو ضائع نہ کرے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ انسان جب اپنے آپ کو زکوٰۃ

لینے والے پر احسان کرنے والا اور انعام کرنے والا سمجھتا ہے تو بسا اوقات اس سے اس کا اظہار بھی ہو جاتا ہے۔ جب کہ اگر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ حاجت مند خود اس پر احسان کرنے والا ہے کیوں کہ وہ اس سے اللہ کا وہ حق قبول کرتا ہے جو اس کے مال کو پاک کرتا ہے۔

ساتھ ہی اس بات کو بھی مدنظر رکھے کہ اس کا زکوٰۃ ادا کرنا نعمت مال کا شکرانہ ہے تو پھر اس کے اور زکوٰۃ لینے والے کے درمیان کوئی تعلق بھی نہیں رہتا اور یہ کسی صورت بھی درست نہیں کہ لینے والے کو اس کی غریبی کی وجہ سے حقیر سمجھے کیوں کہ نہ مال سے فضیلت ہے اور نہ غریبی کوئی نقص۔

چوتھی یہ کہ اپنے عطیے کو حقیر سمجھے، کیوں کہ اپنے کام کو عظیم سمجھنے والا مغرور ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حقیقی نیکی تین باتوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اسے ہلکا سمجھے اور جلدی کرے اور پوشیدہ کرے۔

پانچویں یہ کہ اپنے مال میں سب سے زیادہ حلال اور اچھے اور محبوب مال کا انتخاب کرے۔ حلال اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خود بھی پاک ہے اور پاک چیز ہی کو قبول کرتا ہے اور اچھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون﴾ سورہ بقرہ آیت: ۲۶۷)

اور خرچ کرتے وقت ردی چیز کا انتخاب نہ کرو۔

چاہئے کہ اس میں دو باتوں کو ملحوظ رکھے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کا حق تعظیم ہے اور اللہ کا زیادہ حق ہے کہ اس کیلئے منتخب چیز دی جائے۔ اگر کوئی شخص اپنے مہمان کے سامنے ردی کھانا رکھے تو اس کا سینہ جل اٹھے گا دوسری یہ کہ جو کچھ وہ آج آگے بھیجے گا کل قیامت کو وہی کچھ اس کو ملے گا، چنانچہ چاہئے کہ اپنے لئے بہتر چیز کا انتخاب کرے۔

باقی رہی سب سے پیاری چیز تو وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون﴾ (سورہ آل عمران آیت: ۹۲)

تم اس وقت تک بھلائی نہیں پاسکتے، جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز خرچ نہ کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب آپ کسی چیز سے بہت زیادہ محبت کرتے تو اسے خدا کی راہ میں قربان کر دیتے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جحفہ میں آئے تو بیمار تھے۔ آپ نے مچھلی کھانے کی خواہش کی۔ بڑی مشکل سے صرف ایک ہی مچھلی ملی۔ بیوی صاحبہ نے تیار کرکے آپ کے سامنے رکھی تو اسی وقت ایک مسکین آ گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے وہ مچھلی اسے عطا فرما دی، بیوی صاحبہ نے کہا کہ ہمارے پاس اور بہت کچھ کھانے کو ہے۔ ہم وہ اسے دے دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں یہی دو، کیونکہ ہمیں یہی سب سے زیادہ پسند ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ربیع بن خیثم کے دروازے پر ایک سائل آیا۔ آپ نے فرمایا اسے انگور یا کھجوریں کھلاؤ۔ گھر والوں نے کہا ہم اسے روٹی کھلا دیتے ہیں وہ اس کیلئے زیادہ اچھی ہے، تو آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، اسے انگور کھلاؤ کیونکہ ربیع کو انگور پسند ہیں۔

چھٹی یہ کہ اپنے صدقے کیلئے مستحق آدمی کا انتخاب کرے اور یہ کچھ خاص لوگ ہیں اور ان کی کچھ صفات یہ ہیں:

پہلی صفت تقویٰ ہے اپنے صدقے کیلئے پرہیزگار لوگوں کو منتخب کرے کہ اس سے ان کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور زیادہ ہو جائے گی۔

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر عبادت گزاروں کو سجدے کی حالت میں دینا پسند کرتے۔ آپ دینار یا درہم کی تھیلی لے آتے اور چپکے سے ان کے پاؤں کے پاس رکھ دیتے اس طرح کہ ان کو تھیلی کا تو پتہ چل جاتا، لیکن یہ پتہ نہ چلتا کہ کون رکھ گیا ہے، آپ سے کہا گیا کہ آپ ان کے گھروں میں کیوں نہیں بھیج دیتے تو جواب دیا مجھے یہ پسند نہیں کہ جب وہ مجھے یا میرے ایلچی کو دیکھیں تو ان کا چہرہ ندامت سے متغیر ہو جائے۔

دوسری صفت علم ہے کہ عالم کو دینے میں علم اور دین کی تبلیغ میں اعانت ہے اور

یہ شریعت کی تقویت ہے۔

تیسری یہ کہ وہ ان لوگوں سے ہوں، جو انعام صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں اور اسباب کی طرف اتنا ہی متوجہ ہوتے ہیں، جتنا کہ شکریہ ادا کرنے کیلئے مستحب ہے۔ وہ آدمی جو عطیہ لے کر مدح کا عادی ہو اس کو جب نہ ملے گا تو وہ ہجو بھی کرے گا۔

چوتھی یہ کہ وہ اپنے فقر کی حفاظت کرتا ہو، یعنی اپنی حاجت کو چھپاتا ہو۔ تکلیف کو ظاہر نہ کرتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿یحسبہم الجاھل اغنیاء من التعفف﴾ (سورہ بقرہ آیت۔۲۷۳)

سوال سے بچنے کی وجہ سے بے خبر آدمی ان کو دولت مند سمجھتا ہے۔ اور ایسے لوگ بڑی تحقیق کے بعد ملتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ وہ عیال دار ہو یا بیماری یا قرضے میں گرفتار ہو تو یہ محصر (بند کئے گئے) لوگوں میں سے ہے اور ان پر صدقہ کرنا ان کو قید سے چھڑانا ہے۔

چھٹی یہ کہ وہ قرابت دار ہو اور ذوی الارحام سے تعلق رکھتا ہو، کیونکہ ان پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ جس آدمی میں ان میں سے دو صفتیں یا زیادہ پائی جائیں تو اس کو دینا اتنا ہی افضل ہوگا۔

زکوٰۃ لینے والے کے آداب

ضروری ہے کہ زکوٰۃ لینے والا آٹھ قسموں میں سے ہو، کیونکہ زکوٰۃ میں بھی کچھ فرائض ہیں، اول یہ کہ وہ سمجھے اللہ تعالیٰ نے اس کو زکوٰۃ اس لئے دلوائی ہے کہ اس کی پریشانیاں دور ہو جائیں اور اسے ایک ہی فکر اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی رہ جائے۔

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس آدمی نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا ...... اور اللہ کے ہاں پاکیزہ چیز ہی قبول کی جاتی ہے ...... تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے پھر اس کے مالک کیلئے اس کی پرورش کرتا ہے، جیسے کوئی تم سے اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ دینے والا شکریہ ادا کرے اور اس کیلئے دعا اور اس کی ثنا کرے اور یہ چیزیں صرف اتنی ہوں جتنی کہ سبب کا شکر ادا کرنے کی ہوتی ہیں، کیونکہ جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے خدا کا شکر بھی ادا نہ کیا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور پورا شکریہ ادا کرنے کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ اس عطیے کو حقیر نہ سمجھے، اگرچہ وہ تھوڑا سا ہی ہو، اور اس کی مذمت نہ کرے اور اس میں اگر کوئی عیب ہو تو اس کو ظاہر نہ کرے اور جیسا کہ دینے والے کا ذمہ یہ ہے کہ وہ اپنے عطیے کو حقیر سمجھے اسی طرح لینے والے کا ذمہ یہ ہے کہ اسے بڑا سمجھے اور یہ تمام باتیں نعمت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنے کے برخلاف نہیں ہیں، کیونکہ جو آدمی واسطے کو واسطہ نہ سمجھے وہ جاہل اور جو واسطہ کو اصل سمجھ لے وہ منکر ہے۔

تیسرا یہ کہ جو کچھ اسے مل رہا ہے اس میں غور کرے۔ اگر وہ حلال مال سے نہ ہو تو بالکل نہ لے کیونکہ غیر حلال مال سے دینا زکوٰۃ نہیں۔ کچھ بھی مشتبہ ہو تو اس سے پرہیز کرے الا یہ کہ تنگی میں مبتلا ہو۔ پھر جس کا اکثر مال حرام کا ہو وہ زکوٰۃ نکالے اور جو مال نکالا ہے اس کے خاص معین مالک کو نہ جانتا ہو تو اس میں فتویٰ یہ ہے کہ اس سارے مال کو صدقہ کر دے، البتہ تنگی کے وقت اگر صاف مال نہ پا سکے تو اس مال سے بقدر ضرورت لینا جائز ہے۔

چوتھا یہ کہ جتنا لیتا ہے اس میں بھی شبہات کے مواقع سے پرہیز کرے اور

صرف اتنا ہی لے، جتنا اس کیلئے جائز ہے۔ اگر وہ مقروض ہے تو قرض کی مقدار سے زیادہ نہ لے اور اگر تنگ دستی ہے تو ضرورت کے مطابق لے۔ دولت اکٹھی کرنے کی کوشش نہ کرے اور یہ سب کچھ اس کے اپنے اندازے پر موقوف ہے۔ پرہیزگاری مشتبہ چیز کو چھوڑ دینے میں ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کتنا سرمایہ پاس ہو تو زکوٰۃ لینا منع ہے اس میں صحیح بات یہ ہے کہ اس کے پاس اتنا ہو کہ اس کی عام ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ تجارت ہو یا صنعت یا زمین کی آمدنی یا کوئی اور ذریعہ اور اگر بعض ضرورتیں پوری ہوتی ہوں تو باقی کیلئے لے اور اگر کچھ بھی نہ ہو تو بقدر ضرورت لے لے، لیکن جو بقدر کفایت لے وہ سال کے خرچ سے زیادہ نہ ہو۔ سال کا اعتبار اس لئے کیا گیا ہے کہ جب سال پورا ہو جائے گا تو پھر لینے کا وقت آجائے گا اور اگر سال سے زیادہ لے گا تو دوسرے فقراء تنگ ہو جائیں گے۔

نفلی صدقہ، اس کی فضیلت اور آداب

صدقے کے فضائل بے شمار اور مشہور ہیں۔ ان میں سے وہ بھی ہے، جو امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کون ہے، جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو؟“ صحابہ نے کہا ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں، جسے اپنا مال پیارا نہ ہو“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کا مال وہ ہے، جو اس نے آگے بھیجا اور وارث کا وہ ہے جو پیچھے چھوڑا۔“

صحیحین میں حضرت، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس آدمی نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا...... اور اللہ کے ہاں پاکیزہ چیز ہی قبول کی جاتی ہے...... تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے پھر اس کے مالک کیلئے اس کی پرورش کرتا ہے، جیسے کوئی تم سے اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ صدقہ خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے اسی مضمون کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ”صدقہ کرو صدقہ جہنم سے آزادی ہے۔“

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی آدمی صدقہ کرتا ہے تو اس آدمی سے ستر شیطانوں کے جبڑے کھل جاتے ہیں یعنی وہ ان سے آزاد ہو جاتا ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔“

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے بکری ذبح کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان میں سے کیا کچھ باقی رہ گیا ہے“ انہوں نے کہا ”ایک شانے کے علاوہ کچھ بھی باقی نہیں رہا۔“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب کچھ باقی رہا صرف شانے نہیں رہے۔“

صدقے کے آداب وہی ہیں، جو زکوٰۃ میں بیان ہو چکے ہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے فقیر کیلئے کون سی چیز بہتر ہے، یعنی وہ زکوٰۃ لے یا صدقہ؟ تو کچھ لوگوں نے کہا زکوٰۃ افضل ہے اور دوسروں نے کہا صدقہ لینا بہتر ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ بہترین صدقہ کون سا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو صحت اور ضرورت کے ہوتے ہوئے صدقہ کرے۔ تجھے تنگ دستی کا خوف ہو اور دولت مندی کی خواہش ہو اور اتنی دیر نہ کرے کہ جان حلق تک آجائے اور تو کہے، اتنا فلاں کو دے دو اور اتنا فلاں کو دے دو۔ وہ تو اب فلاں کا ہو ہی چکا ہے، اسے شیخین نے صحیحین میں روایت کیا ہے۔

اعتکاف-فضائل ومسائل

محمد قمر الزماں ندوی استاذ مدرسہ نور الاسلام،

اعتکاف کی حقیقت

رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے آخری عشرہ کے اعمال میں سے ایک اہم عمل اور عبادت اعتکاف ہے۔ اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی ہر طرف سے یکسو ہوکر اور عام علائق دنیا سے منقطع ہوکر بس اللہ سے لو لگائے، اس کے در پر (یعنی مسجد کے کسی کونہ میں) پڑ جائے، اور سب سے الگ تنہائی میں اس کی عبادت اور اس کے ذکر وفکر میں مشغول ہو جائے، اور اپنے حقیقی آقا کے دربار میں زبان حال سے یہ کہتے ہوئے فروکش ہو جائے:

پھر جی میں ہے کہ در پہ اس کے پڑا رہوں
سر زیر بار منت درباں کئے ہوئے

در اصل اعتکاف میں انسان سب سے کٹ کر اور سب سے ہٹ کر اپنے مالک ومولیٰ کے آستانہ پر اور گویا اس کے قدموں پر پڑ جاتا ہے، اس کو یاد کرتا ہے، اس کی حمد و تقدیس بیان کرتا ہے اس کے حضور توبہ واستغفار کرتا ہے، اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے، قصوروں پر روتا ہے، اور رحیم وکریم آقا سے مغفرت کی بھیک مانگتا ہے، اور اس کی رضا اور اس کا قرب چاہتا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی انسان کی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے۔ (مستفاد معارف الحدیث)

اعتکاف کے معنیٰ اور اس کی قسمیں

اعتکاف کے معنیٰ ٹھہرنے کے ہیں، لیکن جب یہ لفظ فقہ کی اصطلاح میں بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مرد کیلئے ایسی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا ہوتا ہے، جس میں پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے، جبکہ عورت کیلئے اپنے گھر کے کسی کونہ میں بہ نیت اعتکاف قیام کرنے پر شرعی اعتکاف کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اعتکاف واجب:- جو نذر اور سنت کی وجہ سے لازم ہوتا ہے اس میں جتنے دن کو متعین کیا جاتا ہے، اس کو پورا کرنا مطلقاً ضروری ہے۔

(۲) اعتکاف سنت مؤکدہ:- یہ رمضان کے اخیر عشرہ میں شروع ہوتا ہے، اس اعتکاف کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فقہاء نے اخیر عشرہ کے اعتکاف کو سنت مؤکدہ علی الکفایہ کہا ہے یعنی اگر کسی بستی اور محلہ کی مسجد میں کوئی ایک شخص بھی معتکف نہ ہو تو ساری بستی اور محلہ والے تارک سنت ہوتے ہیں اور اگر ایک بھی شخص اعتکاف کر لے تو بقیہ لوگوں سے ترک سنت کا گناہ مرتفع ہو جاتا ہے۔

(۳) نفلی اعتکاف:- اس اعتکاف کیلئے کوئی وقت متعین نہیں ہے، حتیٰ کہ امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا بھی نفلی اعتکاف میں داخل ہے۔

اعتکاف کی فضیلت واہمیت

اعتکاف کی اہمیت وفضیلت اور اس کے دینی منافع اظہر من الشمس ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صحابہؓ سے اہتمام کے ساتھ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ثابت ہے۔ اعتکاف کرنے سے جہاں آدمی گناہوں

اور واہیات وفضولیات سے محفوظ رہتا ہے وہیں اس کی روح پوری طرح یکسو ہو کر عبادت خداوندی میں مشغول رہتی ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، اور جن نیکیوں کو وہ بسبب اعتکاف انجام نہیں دے پاتا ہے اس کا ثواب بھی اسے دیا جاتا ہے، معتکف کی ہر گھڑی اور ہر لمحہ عبادت میں شمار ہوتا ہے اعتکاف ایسی عبادت ہے، جس میں کوئی لمحہ ضائع نہیں ہوتا، معتکف کا سونا، جاگنا، کھانا، پینا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

اعتکاف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اعتکاف شب قدر میں عبادت حاصل کرنے کا سب سے بہتر آسان اور حتمی ذریعہ ہے۔

اعتکاف کو فاسد کرنے والی چیزیں:۔ جن باتوں سے واجب اور سنت اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:(۱) بلا عذر مسجد سے عمداً یا سہواً باہر نکلنا۔ (۲) جماع کرے خواہ وہ مسجد میں یا خارج مسجد رات میں ہو یا دن میں عمداً ہو یا سہواً انزال ہو یا نہ ہو۔ (۳) بیوی سے بوس وکنار کے بعد انزال ہو جانا۔ (۴) روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر کھا پی لینا۔ (۵) مرتد ہو جانا۔ (۶) پاگل ہو جانا۔ (۷) کئی دن تک بیہوش ہو جانا (درمختار) اسی طرح دن میں (سکر) نشہ طاری ہونے کی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

کب اعتکاف توڑ دینا جائز ہو جاتا ہے

(۱) اعتکاف کی حالت میں شدید بیمار ہو جائے، مسجد میں رہتے ہوئے علاج ممکن نہ ہو تو اعتکاف توڑنا جائز ہے، یعنی مسجد سے باہر نکل کر علاج کرائیگا۔ (۲) اگر جنازہ کی نماز پڑھانے والا کوئی نہ ہو، جنازے کو دفنانے والا کوئی نہ ہو تو اس وقت اس مقصد کی خاطر اعتکاف توڑنا جائز بلکہ واجب ہے۔ (۳) آگ میں جلنے والے، پانی میں ڈوبنے والے کو بچانے کیلئے اور آگ بجھانے کیلئے اعتکاف توڑنا جائز ہو جائیگا بلکہ اگر وہاں اس کے علاوہ کوئی اور نہ ہو تو اس مقصد کیلئے اعتکاف توڑ کر مسجد سے باہر نکلنا واجب ہو جائیگا۔ (۴) ادائیگی شہادت کیلئے بلکہ اگر حق کا احیاء (مظلوم کو حق دلانا) اس کی شہادت پر مبنی ہو تو شہادت دینے کیلئے اعتکاف توڑ کر مسجد سے نکلنا واجب ہو جائیگا۔ (۵) ماں باپ، بیوی، اور بچے میں سے کسی کی سخت بیماری کیوجہ سے اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ (۶) جس مسجد میں معتکف ہے وہ منہدم ہو جائے تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔ (۷) مسجد کے ارد گرد مسلم آبادی منتشر ہو جائے اور مسجد ویران ہو جائے کہ جماعت قائم نہ ہو تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

مندرجہ ذیل امور حالت اعتکاف میں بلا کراہیت جائز اور درست ہیں:

غروب آفتاب کے بعد سے طلوع صبح صادق تک کھانا، پینا، سونا، کپڑے بدلنا، تیل لگانا، گو خوشبودار ہو، دینی اور مباح گفتگو کرنا، حجامت کرانا، البتہ بال مسجد میں نہ گرنے پائیں، کنگھا کرنا، مسجد میں بستر اور ضروری سامان لانا، مسجد کے کسی گوشہ کو اعتکاف گاہ کیلئے متعین کر لینا۔

مکروہات اعتکاف:۔

درج ذیل امول اعتکاف کی حالت میں مکروہ ہیں:(۱) بلا عذر شرعی وطبعی ایک لمحہ کیلئے بھی مسجد سے باہر نکلنا مکروہ ہے، (۲) شرعی اور طبعی حاجت سے فراغت کے بعد فوراً اپنی معتکف (اعتکاف گاہ) مسجد کی طرف آنے کے بجائے ٹھہرنا مکروہ ہے۔ (۳) مسجد میں سودا وسامان لانا (۴) مسجد کو تجارت گاہ بنانا (۵) عبادت کے خیال سے خاموش رہنا۔ (۶) غیر مباح گفتگو کرنا

(رمضان کے شرعی احکام)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعتکاف میں بیٹھنے اور اس کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے، اور اعتکاف کی برکت سے شب قدر کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

□

حمد پاک

از:- محمد عبدالقیوم شاکر الاسعدی

خالق ارض وسما تیرے سوا کوئی نہیں — رب ہر شاہ وگدا تیرے سوا کوئی نہیں
تو وہ داتا ہے کہ سب بندے ترے محتاج ہیں — معدن جودوسخا تیرے سوا کوئی نہیں
تو ہی پودوں کو اگاتا ہے زمیں کو پھاڑ کر — فالق حب ونوئ تیرے سوا کوئی نہیں
پھیرتا ہے جو ہوا رخ ز مشرق سوئے غرب — تو ہے وہ فرماں روا تیرے سوا کوئی نہیں
حاکم بحرو فضا تیرے سوا کوئی نہیں — بادلوں سے تو ہی برساتا ہے پانی اے خدا
بے سہاروں کا سہارا ہے تو ہی رب قدیر — کارساز بے نوا تیرے سوا کوئی نہیں
ایسے بیماروں کو جو ہیں زندگی سے نا امید — تو ہی دیتا ہے شفا تیرے سوا کوئی نہیں
حشر میں ہوں گے تیرے ہی ہاتھ میں جملہ امور — مالک روز جزا تیرے سوا کوئی نہیں
جس کو تو چاہے ڈبو دے، جس کو چاہے کردے پار — ناخداؤں کا خدا تیرے سوا کوئی نہیں
مبتلا کے رنج وغم کو دور کرتا ہے تو ہی — کاشف رنج وبلا تیرے سوا کوئی نہیں
بحروبر کی ظلمتوں میں جب بھٹکتا ہے کوئی — کون اس کا رہنما؟ تیرے سوا کوئی نہیں
کبریائی اور عظمت ہے فقط زیبا تجھے — ہے تو ہی رب العلیٰ تیرے سوا کوئی نہیں
جس کو چاہے سلطنت دے جس سے چاہے چھین لے — مالک الملک اے خدا تیرے سوا کوئی نہیں
مالک ارض وسما تیرے سوا کوئی نہیں — پر سمیٹے ہی فضاؤں میں معلق ہیں طیور
ک ترا ہے آسرا تیرے سوا کوئی نہیں — ہر طرف سے ہو گیا ہے تیرا شاکر نا امید

بدگمانی تعلقات کی دشمن

محمد نصیر الدین

بہتر "تعلقات اور روابط" ایک پر امن سماج اور معاشرہ کیلئے ضروری ہیں۔ کسی بھی اجتماعیت کی کامیابی کا دارومدار بھی اچھے تعلقات پر ہے۔ دنیا میں انسان تنہا ضرور آیا ہے لیکن تنہا وہ زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ گھر، خاندان، معاشرہ وسماج، دوستی وتعلقات دنیوی زندگی کے لازمی عناصر ہیں۔ جس شخص کے اخلاق جتنے اچھے ہوتے ہیں اس کے اتنے ہی زیادہ روابط وتعلقات ہوتے ہیں اور جب روابط وتعلقات ہوتے ہیں اور جب روابط وتعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے تو معاشرہ اور خاندان میں سکون، چین، امن، خوشحالی اور خوش گواری پیدا ہوتی ہے۔ رشتے وتعلقات خواہ خاندانی ہوں، سماجی ہوں، کاروباری ہوں، یا ذات پات یا مذہب کی بنیاد پر کیوں نہ ہوں مضبوط اور مستحکم ہوں تو معاشرہ میں چین سکون ملے گا ورنہ معاشرہ اور خاندان افتراق وانتشار میں مبتلا ہوکر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجائے گا۔

فی زمانہ خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں، سماج میں بکھراؤ ہے، معاشرہ انارکی کی طرف گامزن ہے، مختلف جماعتیں انتشار کا شکار ہیں اور ممالک بدامنی، تشدد اور خوف ودہشت میں مبتلا ہیں۔ اس صورت حال کے اسباب پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بدگمانی، غلط فہمی، ذاتی اور قومی مفادات، انانیت، تکبر اور حسد اصل وجہ ہیں۔ سب سے اہم اور خطرناک وجہ جو تمام برائیوں اور خرابیوں کی جڑ ہے وہ بدگمانی ہے، جس میں آدمی بڑی آسانی سے مبتلا ہوجاتا ہے اور پھر ذرا سی بے احتیاطی کی وجہ سے اتنی دور نکل جاتا ہے کہ رشتہ ناطہ، تعلقات وروابط، کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور بدگمانی کے زیر اثر مختلف سنی سنائی باتوں پر یقین کرلیتا ہے حتیٰ کہ وہ انجام سے بے خبر ذہن وفکر اور دماغ کو یوں ہی الجھنوں اور وسوسوں کا اسیر بنالیتا ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دوستیاں ختم ہوجاتی ہیں، خاندانی تعلقات داؤ پر لگ جاتے ہیں اور اچھی بھلی جماعتیں تک ٹوٹ پھوٹ اور انتشار وافتراق کا شکار ہوجاتی تھیں۔ معاشرہ میں آئے دن ہونے والے واقعات پر غور کریں تو بیشتر واقعات کے پیچھے بدگمانی کا دخل نظر آتا ہے چنانچہ میاں بیوی کے تعلقات میں خرابی پھر خودکشی یا قتل، کاروباری افراد میں رقابت دوستوں اور تعلقات میں دراڑ حتیٰ کہ دینی جماعتوں اور اداروں میں اختلافات کی اصل وجہ بھی بدگمانی ہے۔

عام فرد سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد اور قال اللہ وقال الرسول کا درس دینے والے بھی اس خرابی میں اس قدر غلطاں وپیچاں ہیں کہ انہیں اپنی غلطی کی سنگینی کا بہت کم احساس ہوتا ہے قرآن مجید اس سلسلہ میں واضح رہنمائی کرتا ہے۔

اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ (الحجرات:۱۲) خالق کائنات نے انسان کو مطلقاً گمان کرنے سے منع نہیں کیا ہے، اس لئے کہ گمان کرنا انسانی فطرت

میں داخل ہے انسانی زندگی میں گمان کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح قرآن نے کھانے پینے سے منع نہیں کیا لیکن اسراف سے منع فرمایا گیا "کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو" یہاں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مطلقاً نہ گمان سے روکا گیا اور نہ ہی مکمل کھانے پینے سے منع کیا گیا۔ ہر دو فعل حدود میں کریں تو جائز ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گمان کے متعلق کیا رویہ اختیار کیا جائے؟ قرآن مجید نے اولاً یہ ہدایت دی کہ زیادہ گمان نہ کیا کرو، مثلاً یہ کہ ایک فرد ہمیشہ ہر موقع پر اور ہر مسئلہ ومعاملہ میں گمان کی بنیاد پر ہی کوئی فیصلہ کرے یا رائے قائم کرے، یہاں تک کہ گمان ہی پر تکیہ کرنے لگ جائے اور صداقت یا حقیقت جاننے کی کوشش نہ کرے۔ گمان کے سلسلہ میں دوسری ہدایت یہ ہے کہ بدگمانی سے پرہیز کیا جائے مثلاً یہ کہ کسی معاملہ کے دو پہلو ہوسکتے ہیں لیکن ایک شخص منفی پہلو ہی کو اختیار کرے، جیسے کہ ایک قرض دینے والا قرضدار اگر وقت پر رقم نہ لوٹائے تو یہ گمان کرنے لگے کہ قرضدار کی نیت رقم واپس کرنے کی نہیں ہے، جب کہ وہ یوں بھی گمان کرسکتا ہے کہ قرضدار کے یہاں ہوسکتا ہے کہ رقم کا انتظام نہ ہوا ہو، جس کی وجہ سے وہ رقم واپس کرنے میں تاخیر کر رہا ہے۔ گمان کے سلسلہ میں تیسری چیز یہ ہے کہ ہر فرد میں منفی اور مثبت پہلو ہوتے ہیں لیکن کوئی شخص کسی کے متعلق صرف منفی پہلو یا خرابیوں ہی کی نشاندہی کرے اور خوبیوں سے صرف نظر کرے تو یہ بھی انداز غلط ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم نے ایک جانب یہ حکم دیا کہ "تم بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔" (متفق علیہ)

تو دوسری طرف یہ خوشخبری سنائی کہ "حسن ظن بہتر عبادت ہے" (مشکوٰۃ) اسی طرح اللہ کے رسولؐ نے بدگمانی کرنے والوں کے متعلق دوٹوک فیصلہ فرمادیا کہ وہ جھوٹا ہے اس کی بات لائق اعتناء نہیں ہے اور ایسا شخص اعتماد اور بھروسہ کے قابل نہیں ہے، چنانچہ فرمایا "آدمی کیلئے یہ جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے (بلاتحقیق) بیان کرتا پھرے" (متفق علیہ) اس حدیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آدمی اولاً بلاتحقیق کوئی بات نہ کہے، دوسری بات یہ کہ سنی سنائی باتوں کو بھی بلاتحقیق ادھر ادھر نہ کہتا پھرے۔ اگر کوئی شخص ان دو باتوں کا اہتمام نہ کرے گا تو نہ صرف وہ جھوٹا ہوگا بلکہ گناہگار بھی ہوگا۔ پاکستان کے ایک ممتاز عالم دین مولانا سید اسعد گیلانی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں بڑی اچھی بات تحریر کی ہے۔

"اسلامی معاشرہ کو تباہ کرنے اور اس کی بنیادیں ہلادینے میں ساری ہی اخلاقی بیماریاں اپنا رول ادا کرتی ہیں اور اسے ایک انقلابی بنیاد سے اکھاڑ کر مفسدات اور مکروہات کا اکھاڑا بنانے میں بہت مدد دیتی ہیں لیکن ایک اجتماعی بیماری جس کا نام غیبت، سوء ظن اور بدگمانی ہے وہ اگر اپنا کام کرجائے تو وہ پورے معاشرہ کو شیطان کی چراگاہ بلکہ شکارگاہ بنادیتی ہے۔ یہ اسلامی معاشرہ کا انقلابی مزاج بدل کر اسے تباہی وبربادی اور غلامی وپستی کیلئے تیار کردیتی ہے یہ بیماری اگر پھیل جائے تو اسلامی انقلاب اول تو کہیں قدم ہی نہیں جماسکتا اور اگر کہیں قدم جماچکا ہو تو اس بیماری کے نتیجہ میں اسے رخصت ہونے میں زیادہ عرصہ نہیں لگتا۔ ایسا معاشرہ محبت کرنے والے بھائیوں کا مشترکہ خاندان بننے کے بجائے متحارب گروہوں کی ایک ایسی رزم گاہ بن جاتا ہے، جس میں لڑائی، جھگڑا، غصہ، ناراضگی، کشمکش، کینہ، بغض وحسد اور ایک دوسرے کی کاٹ کے سوا دوسری کوئی صنعت باقی نہیں رہ جاتی۔"

(رسول اللہ کی حکمت انقلاب)

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی معاشرہ کا ہر فرد خود کا احتساب وجائزہ لے۔ خود کو اس مہلک صفت سے دور رکھے تاکہ امت مسلمہ کے اندر محبت وغم گساری، آپسی اتحاد واتفاق مضبوط ہو اور دشمنان اسلام کی سازشوں کا متحدہ طور پر مقابلہ کیا جاسکے۔ □□□

تراویح اوراس کے ضروری مسائل

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

مسئلہ 1-کل تراویح حنفیہ کے نزدیک بیس رکعت ہیں اوران کو جماعت سے پڑھنا سنت ہے، اگر تمام اہل محلہ تراویح چھوڑ دیں تو سب ترک سنت کے وبال میں گرفتار ہوں گے۔ (کبیری)

مسئلہ 2-گھر پر تراویح کی جماعت کرنے سے بھی فضیلت حاصل ہوجائے گی لیکن مسجد میں پڑھنے کا جو ستائیس درجہ ثواب ہے وہ نہیں ملے گا۔ (کبیری)

مسئلہ 3-تراویح کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے (لہٰذا عشاء کی جماعت سے پہلے جائز نہیں) اور جس مسجد میں عشاء کی جماعت نہیں ہوئی وہاں پر تراویح کو بھی جماعت سے پڑھنا درست نہیں۔ (کبیری)

مسئلہ 4-ایک شخص تراویح پڑھ چکا امام بن کر یا مقتدی ہوکر، اب اسی شب میں اس کو امام بن کر تراویح پڑھنا درست نہیں، البتہ دوسری مسجد میں اگر تراویح کی جماعت ہورہی ہو تو وہاں (نفل کی نیت سے) شریک ہونا بلا کراہت جائز ہے۔ (کبیری)

مسئلہ 5-ایک امام کے پیچھے فرض اور دوسرے کے پیچھے تراویح اور وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔ (کبیری)

مسئلہ 6-کسی مسجد میں ایک مرتبہ تراویح کی جماعت ہوچکی تو دوسری مرتبہ اسی شب میں وہاں تراویح کی جماعت جائز نہیں لیکن تنہا تنہا پڑھنا درست ہے۔ (بحر)

مسئلہ 7-نابالغ کو تراویح کیلئے امام بنانا درست نہیں (کبیری) البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔ (خانیہ)

مسئلہ 8-اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف غلط پڑھتا ہو تو دوسری مسجد میں تراویح پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ 9-اجرت مقرر کر کے امام کو تراویح کیلئے بلانا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ 10-ہر ترویحہ پر یعنی چار رکعت پڑھ کر اتنی ہی دیر یعنی چار رکعت کے موافق جلسہ استراحت مستحب ہے، (اسی طرح پانچویں ترویحہ کے بعد وتر سے پہلے بھی جلسہ مستحب ہے، لیکن اگر مقتدیوں پر اس سے گرانی ہو تو نہ بیٹھے۔ عالمگیری۔ اور اتنی دیر تک اختیار ہے کہ تسبیح، قرآن شریف، نفلیں جو دل چاہے پڑھتا رہے۔ اہل مکہ کا معمول طواف کرنے اور دو رکعت نفل پڑھنے کا ہے اور اہل مدینہ کا معمول چار رکعت پڑھنے کا (کبیری) اور یہ دعا بھی منقول ہے: ''سبحان ذی الملک والملکوت، سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت، سبحان الملک الحی الذی لا یموت، سبوح قدوس، رب الملائکۃ والروح لا الٰہ الا اللہ نستغفر اللہ نسألک الجنۃ، ونعوذ بک من النار'' (شامی)

مسئلہ 11-دس رکعت پر جلسہ استراحت کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (کبیری)

مسئلہ 12-ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علاحدہ علاحدہ پڑھنا بدعت ہے۔ (کبیری)

مسئلہ 13-کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ تراویح کی جماعت شروع ہوگئی تھی تو اس کو چاہئے کہ پہلے فرض اور سنتیں پڑھے اس کے بعد تراویح میں

شریک ہو اور چھوٹی ہوئی تراویح دو ترویحوں کے درمیان جلسہ کے وقت پوری کر لے اگر موقع نہ ملے تو وتروں کے بعد پڑھے اور وتروں یا تراویح کی جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھے۔ (کبیری)

مسئلہ 14-اگر بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے، مثلاً امام نے بغیر وضو پڑھائے یا کوئی رکن چھوڑ دیا تو فرضوں کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہئے، اگرچہ یہاں وہ وجہ موجود نہ ہو۔ (کبیری)

مسئلہ 15-قیام لیل رمضان یا تراویح یا سنت وقت یا صلوٰۃ امام کی نیت کرنے سے تراویح ادا ہوجائیں گی۔ (خانیہ)

مسئلہ 16-مطلق نماز یا نوافل کی نیت پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے۔ (خانیہ)

مسئلہ 17-اگر کسی نے عشاء کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں اور امام تراویح کے پیچھے سنت عشا کی نیت کر کے اقتداء کیا تو یہ جائز ہے۔ (خانیہ)

مسئلہ 18-اگر امام دوسرا یا تیسرا شفعہ پڑھ رہا ہے اور کسی مقتدی نے اس کے پیچھے پہلے شفعہ کی نیت کی، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (خانیہ)

مسئلہ 19-اگر تراویح کسی وجہ سے فوت ہوجائیں تو ان کی قضاء نہیں، نہ جماعت کے ساتھ، نہ بغیر جماعت کے، اگر کسی نے قضاء کی تو تراویح نہ ہوں گی، بلکہ نفل ہوں گی۔ (بحر)

مسئلہ 20-اگر یاد آیا کہ گزشتہ شب کوئی شفعہ تراویح کا فوت ہوگیا یا فاسد ہوگیا تھا تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ تراویح کی نیت سے قضاء کرنا مکروہ ہے۔ (خانیہ)

مسئلہ 21-اگر امام نے دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا، بلکہ چار پڑھ کر قعدہ کیا تو یہ اخیر کی دو رکعت تراویح میں شمار ہوں گی اور پہلی والی دو رکعتوں میں جو قرآن کریم کا حصہ پڑھا گیا تھا اسے دوبارہ پڑھا جائے۔ اس لئے کہ پہلی والی دو رکعتیں ادا نہیں ہوئیں۔ (کبیری)

مسئلہ 22-اگر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا، ایک شفعہ مثلاً رہ گیا، تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔

مسئلہ 23-اگر بعد میں یاد آیا کہ ایک مرتبہ صرف ایک ہی رکعت پڑھی گئی اور شفعہ پورا نہیں ہوا اور کل تراویح انیس ہوتی ہیں تو دو رکعت اور پڑھ لی جائے یعنی صرف شفعہ فاسدہ کا اعادہ ہوگا اور اس کے بعد کی تمام تراویح کا اعادہ نہ ہوگا۔ (کبیری)

مسئلہ 24-جب شفعہ فاسدہ کا اعادہ کیا جائے تو اس میں جس قدر قرآن شریف پڑھا تھا اس کا بھی اعادہ کرنا چاہئے تاکہ تمام قرآن شریف صحیح نماز میں ختم ہو۔ (خانیہ)

مسئلہ 25-اگر تمام نمازیوں اور امام کو شک ہوا کہ ۱۸ر تراویح ہوئی ہیں یا بیس پوری ہوگئیں تو دو رکعت بلا جماعت اور پڑھ لی جائیں۔ (کبیری)

مسئلہ 26-اگر تمام مقتدیوں کو تو شک ہوا لیکن امام کو شک نہیں ہوا بلکہ کسی ایک بات کا یقین ہے تو وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور مقتدیوں کے قول کی طرف کوئی توجہ نہ کرے۔ (کبیری)

مسئلہ 27-اگر بعض کہتے ہیں کہ بیس پوری ہوگئیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ اٹھارہ ہوئی ہیں تو جس طرف امام کا رجحان ہو اس پر عمل کرے۔ (کبیری)

مسئلہ 28-اگر اٹھارہ پڑھ کر امام سمجھا کہ بیس پوری ہوگئیں اور وتروں کی نیت باندھ لی، مگر دو رکعت پڑھ کر یاد آیا کہ ایک شفعہ تراویح کا باقی رہ گیا ہے، جب ہی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ شفعہ تراویح کا شمار نہ ہوگا۔ (خانیہ)

مسئلہ 29-اگر کسی کی صبح کی نماز قضاء ہوگئی تھی، اس کی نیت سے تراویح پڑھی، تو یہ تراویح ادا نہ ہوں گی۔ (خانیہ)

مسئلہ 30-اگر تین رکعت پر سلام پھیر دیا تو دو رکعت پر اگر بیٹھ چکا تھا تب تو ایک شفعہ صحیح ہوگیا (یعنی دو رکعتیں ہوگئیں) اور چونکہ دوسرا شفعہ شروع کر چکا تھا اس لئے اس کی قضاء ہوگی۔

مسئلہ 31- اگر دو رکعت پر نہیں بیٹھا تو پہلا شفعہ بھی صحیح نہیں ہوا (یعنی پڑھی گئی دو رکعتیں نہیں ہوئیں) لہٰذا اس کی قضا ضروری ہے۔ (خانیہ)

مسئلہ 32- بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے تراویح ادا ہوجائے گی، مگر ثواب نصف ملے گا۔ (عالم گیری)

مسئلہ 33- اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھائے، جب بھی مقتدیوں کو کھڑے ہوکر پڑھنا مستحب ہے۔ (خانیہ)

مسئلہ 34- جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص بیٹھا رہتا ہے، جب امام رکوع میں جاتا ہے تو فوراً یہ بھی نیت باندھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوجاتا ہے، یہ فعل مکروہ ہے اور تشبہ بالمنافقین ہے۔ (کبیری)

مسئلہ 35- تراویح کو شمار کرتے رہنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ اکتاجانے کی علامت ہے۔ (خانیہ)

مسئلہ 36- جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو اس کو چاہئے کہ کچھ دیر سو رہے، اس کے بعد تراویح پڑھے۔ (شامی)

مسئلہ 37- مستحب یہ ہے کہ شب کا اکثر حصہ تراویح میں خرچ کیا جائے۔ (بحر)

مسئلہ 38- ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرنا (پڑھ کر یا سن کر) سنت ہے، دوسری مرتبہ فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے، لہٰذا اگر ہر رکعت میں تقریباً دس آیتیں پڑھی جائیں، تو ایک مرتبہ بسہولت ختم ہوجائے گا اور مقتدیوں کو بھی گراں نہ ہوگی۔ (خانیہ)

مسئلہ 39- جو لوگ حافظ ہیں ان کیلئے فضیلت یہ ہے کہ مسجد سے واپس آکر بیس رکعت اور پڑھا کریں تاکہ دو مرتبہ ختم کرنے کی فضیلت حاصل ہوجائے۔ (خانیہ)

مسئلہ 40- ہر عشرہ میں ایک مرتبہ ختم کرنا افضل ہے۔ (بحر)

مسئلہ 41- اگر مقتدی اس قدر ضعیف اور کاہل ہوں کہ ایک مرتبہ بھی پورا قرآن شریف نہ سن سکیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت ترک چھوڑ دیں تو پھر جس قدر سننے پر وہ راضی ہوں اس قدر پڑھ لیا جائے یا "الم ترکیف" سے پڑھ لیا جائے (بحر) لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ (خانیہ)

مسئلہ 42- ستائیسویں شب کو ختم کرنا مستحب ہے۔ (بحر)

مسئلہ 43- اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف ختم نہ کرے تو پھر کسی دوسری مسجد میں جہاں پر ختم ہو، تراویح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں (کبیری) کیوں کہ ختم کی سنت وہیں حاصل ہوگی۔

مسئلہ 44- تراویح میں ایک مرتبہ سورت کے شروع میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کو بھی زور سے تمام قرآن شریف کی طرح پڑھنا چاہئے، آہستہ پڑھنے سے امام کا تو قرآن شریف پورا ہوجائے گا مگر مقتدیوں کا پورا نہ ہوگا۔ (احکام البسملہ)

مسئلہ 45- اگر کوئی آیت چھوٹ گئی اور کچھ حصہ آگے پڑھ کر یاد آیا کہ فلاں آیت چھوٹ گئی ہے تو اس کو پڑھنے کے بعد آگے پڑھے ہوئے حصہ کا اعادہ بھی مستحب ہے۔ (عالم گیری)

مسئلہ 46- امام نے جب سلام پھیرا تو مقتدیوں میں اختلاف ہوا کہ دو رکعت ہوئی ہیں، یا تین؟ تو جس طرف امام کا رجحان ہو اس پر عمل کریں۔ (خانیہ)

مسئلہ 47- کسی چھوٹی سورت کا فصل کرنا دو رکعت کے درمیان فرائض میں مکروہ ہے، تراویح میں مکروہ نہیں۔ (بحر)

مسئلہ 48- اگر مقتدی ضعیف ہوں کہ طویل نماز کا تحمل نہ کرسکتے ہوں تو درود کے بعد دعا چھوڑ دینے میں مضائقہ نہیں لیکن درود کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ (عالم گیری)

مسئلہ 49- کوئی شخص ایسے وقت جماعت میں شریک ہوا کہ امام قرأت شروع کرچکا تھا تو اب اس کو "سبحانک اللھم" نہیں پڑھنا چاہئے۔ (کبیری)

مسئلہ 50- اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا امام سے کچھ پہلے بھول کر سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں اور امام کے لفظ "السلام" کہنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ (محیط)

مسئلہ 51- مسبوق اپنی نماز تنہا پوری کرنے کیلئے نہ اٹھے، جب تک کہ امام کی نماز ختم ہونے کا یقین نہ ہوجائے۔ (محیط) کیونکہ بعض دفعہ امام سجدہ سہو کیلئے سلام پھیرتا ہے، اور مسبوق اس کو ختم کا سلام سمجھ کر اپنی نماز پوری کرنے کیلئے کھڑا ہوجاتا ہے ایسی صورت میں فوراً لوٹ کر امام کے ساتھ شریک ہوجانا چاہئے۔

مسئلہ 52- اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا، یہ فوراً تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہوا اور جب ہی امام نے رکوع سے سر اٹھایا۔ بس اگر سیدھا کھڑا ہوکر تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں گیا تھا اور رکوع میں جھکنے سے پہلے پہلے اللہ اکبر کہہ چکا تھا اور کمر رکوع میں برابر کرلیا تھا اس کے بعد امام نے رکوع سے سر اٹھایا ہے، تب تو رکعت مل گئی، تسبیح اگرچہ ایک مرتبہ بھی نہ کہی ہو، اور اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں کمر کو برابر نہیں کرسکا تو رکعت نہیں ملی۔ اور اگر تکبیر سیدھے کھڑے ہوکر نہیں کہی، بلکہ جھکتے ہوئے کہی اور رکوع میں پہنچ کر ختم کی ہے تو یہ شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوا۔ (محیط)

مسئلہ 53- اگر کوئی شخص رکوع میں آکر شریک ہوا مگر رکوع اس کو نہیں ملا، تب بھی سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہونا اس پر واجب ہے لیکن اگر سجدہ میں شریک نہ ہوا بلکہ سجدہ کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا تب بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (بحر)

مسئلہ 54- اگر رکوع میں امام کے ساتھ آکر شریک ہوا اور صرف ایک ہی تکبیر کہی، تب بھی نماز صحیح ہوگئی۔ اگرچہ اس تکبیر سے رکوع کی تکبیر کی نیت کی ہو اور تکبیر تحریمہ کی نیت نہ کی ہو، اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا (فتح القدیر) بشرطیکہ تکبیر کھڑے ہوکر کہی ہو رکوع میں نہ کہی ہو۔

مسئلہ 55- آیت سجدہ پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ (محیط)

مسئلہ 56- سورہ حج میں پہلا سجدہ واجب ہے، دوسرا نہیں۔ (محیط)

مسئلہ 57- اگر خارج نماز آیت سجدہ کی تلاوت کی، مگر سجدہ نہیں کیا، نماز میں وہی آیت پڑھی اور سجدہ کیا تو یہ سجدہ دونوں دفعہ کی تلاوت کیلئے کافی ہے اگر پہلے سجدہ کرلیا تھا اور اب دوبارہ بھی سجدہ کرنا چاہئے۔ (محیط)

مسئلہ 58- اگر امام نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور کوئی شخص آیت سجدہ سن کر امام کے ساتھ اس سجدہ کے بعد اسی رکعت میں شریک ہوگیا تو اس کے ذمہ سے یہ سجدہ ساقط ہوگیا، اگر اس رکعت میں شریک نہیں ہوا تو اس کو خارج صلوٰۃ علاحدہ سجدہ کرنا چاہئے۔ (محیط)

مسئلہ 59- آیت سجدہ کے بعد فوراً ہی سجدہ کرنا افضل ہے، لیکن اگر نماز میں آیت سجدہ کے بعد سجدہ نہ کیا، بلکہ رکوع کیا اور اس میں اس سجدہ کی نیت کرلی، تب بھی سجدہ ادا ہوجائے گا، اگر رکوع میں نیت نہیں کی، تو اس کے بعد سجدہ نماز سے بلا نیت بھی ادا ہوجائے گا، یہ جب ہے کہ آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ نہ پڑھا ہو، اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو، تو اب اس سجدہ کا وقت جاتا رہا، نہ نماز میں ادا ہوسکتا ہے نہ خارج نماز، توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ (محیط)

مسئلہ 60- اگر آیت سجدہ (جو کہ سورت کے ختم پر ہے) پڑھ کر سجدہ کیا تو اب سجدہ سے اٹھ کر فوراً رکوع نہ کیا جائے، (اس خیال سے کہ سورت تو ختم ہو ہی گئی) بلکہ تین آیت کی مقدار پڑھ کر رکوع کرنا چاہئے۔ □

معمولی باتوں پر جھگڑا مسلمانوں کا شیوہ نہیں!

مفتی محمد جمال الدین

ہندوستانی مسلمان اس وقت نت نئے مسائل میں گھرے ہوئے ہیں، ان میں سب سے بڑا مسئلہ اپنے دین وایمان اور تہذیبی پہچان کو ہندوستان کے موجودہ ماحول میں باقی رکھنا ہے اور اس جذبہ کو اپنی نئی نسل میں منتقل کرنا ہے اور یہ کام سب کو مل جل کر کرنا ہے، تا کہ اس سرزمین میں اسلام کی کھیتی ہری بھری اور سرسبز وشاداب رہے اور ہم اپنے وجود سے برادران وطن کو بھی نفع پہنچاتے رہیں۔

اس اہم وضروری اور بنیادی کام کیلئے ہم سب کو مسلک ومشرب کے تمام اختلافات سے بالاتر ہو کر خدا کی رسی کو مضبوط پکڑنا ہے، اور اس حقیقت کو دل ودماغ میں بٹھانا ہے کہ اتحاد واتفاق ہی زندگی ہے اور اختلاف وانتشار موت ہے مگر افسوس کہ آئے دن یہ بات شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی ہے کہ ہندوستانی مسلمان اتحاد و اتفاق چھوڑ کر انتشار واختلاف کی طرف بڑھ رہے ہیں، جو ہمارے دینی، ملی اور اسلامی زندگی کیلئے حد درجہ خطرناک ہے ہم اپنے فقہی اور مسلکی اختلافات میں اعتدال وتوازن کے دامن کو چھوڑ دیتے ہیں اور ایک دوسرے کی دل آزاری کرنے سے گریز نہیں کرتے، جبکہ ہمارے اسلاف میں یہ بات نہیں تھی، ان میں ایک دو نہیں سیکڑوں علمی اختلافات تھے مگر وہ حضرات ان اختلافات کو علمی دائرہ میں محدود رکھتے تھے اور اجتماعیت کو متاثر نہ کرتے تھے، کسی کے احترام وعزت اور وقار وعظمت میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیتے تھے، انہوں نے کبھی بھی اپنے فروعی اور جزوی اختلافات کو دین اور عقیدہ کی بنیاد اور اساس نہیں بنایا اور ہمیشہ اپنی اجتماعی اور عملی زندگی میں ایک مستحکم عمارت کی طرح رہے، جس کی اینٹیں ایک دوسرے سے تقویت حاصل کرتی ہیں، اچھے اور نیک کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے، وہ ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی، پوسٹر بازی اور اخباری وصحافتی بیان سے گریز کرتے تھے، کسی فروعی اختلاف میں دوسروں کو مورد الزام ٹھہرانا، ان کی نیت پر حملہ کرنا اور حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا ان کا شیوہ نہیں تھا، ان میں اختلافات کو گوارہ کرنے کا مزاج تھا، صبر وتحمل اور برداشت ان کی طبیعت تھی، جس کی وجہ سے ان کی فروعی اختلافات کوئی مسئلہ نہیں بنے، نہ مسجدیں الگ ہوئیں، نہ دل میں اس کی وجہ سے میل آیا۔

علمائے نے یہ صراحت کی ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی صحیح غیر معارض حدیث یا اجماع امت نہ ہو اور اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو تو اس میں اجتہاد کر کے عمل کرنے یا تقلید کرنے پر نکیر نہیں کی جائے گی۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی کو ایسا عمل کرتے دیکھو جو مختلف فیہ ہو اور تمہاری رائے اس کے علاوہ ہو تو اسے مت روکو اور خطیب بغدادیؒ نے انہیں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہو تو میں اپنے شاگردوں اور دوستوں کو اسے قبول کرنے سے نہیں روکتا، امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ کسی فقیہ کے لئے زیبا نہیں کہ لوگوں کو کسی ایک مذہب کے خلاف للکارے اور ان پر تشدد کرے۔ امام نوویؒ حاشیہ مسلم میں لکھتے ہیں کہ مفتی اور قاضی کو اپنے مخالف پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے، جب تک کہ اس نے نص یا اجماع یا قیاس جلی کی مخالفت نہ کی ہو۔

ایک مرتبہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے حضرت قاسم بن محمدؒ سے سری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر تم پڑھو تو تمہارے لئے بعض صحابہ کا اسوہ موجود ہے اور اگر نہ پڑھو تو اس میں بھی تمہارے لئے بعض صحابہ کا اسوہ موجود ہے۔ یحیی بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ اہل فتوی برابر فتوی دیتے آئے ہیں کوئی ایک بات کو ناجائز قرار دیتا ہے اور دوسرا شخص اس کو جائز کہتا ہے لیکن جو ناجائز کہتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتا کہ جس نے جائز کا قول اختیار کیا ہے، ہلاک ہو گیا (اور وہ جہنم میں جائے گا) اور جو جائز قرار دیتا ہے وہ یہ نہیں سوچتا کہ ناجائز قرار دینے والا ناجائز قرار دینے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔

یہی فکر ہمارے اسلاف میں رائج تھی اس لئے بڑی وسعت قلبی سے علمی اختلافات کو گوارہ کرتے تھے اور ہر ایک کی رائے کا احترام کرتے تھے، اپنے مخالف پر جارحانہ کلمات، عیب جوئی، طعنہ زنی اور احمقانہ وجاہلانہ تعریض کے زہریلے جملوں سے پرہیز کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، حضرات تابعینؒ اور ان کے بعد بھی بعض حضرات نماز میں بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے، بعض بلند آواز سے پڑھتے اور بعض آہستہ آواز سے پڑھتے تھے، کچھ حضرات قنوت فجر میں پڑھتے تھے، جبکہ بعض فجر میں نہیں پڑھتے تھے، کچھ حضرات نکسیر پھوٹنے، قے ہو جانے اور پچھنا لگوانے کو ناقض وضو سمجھتے تھے اور اس کے بعد وضو کئے بغیر نماز نہیں پڑھتے تھے اور کچھ لوگ اسے ناقض وضو نہیں سمجھتے تھے اور بلا وضو نماز پڑھ لیتے تھے، کچھ لوگ اونٹ کا گوشت کھانے اور آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کے قائل تھے اور کچھ لوگ اسے ناقض وضو نہیں سمجھتے تھے لیکن ان سارے اختلافات نے ایک دوسرے کو سب وشتم پر آمادہ نہیں کیا، آپس میں ہاتھا پائی نہیں ہوئی، نہ ایک دوسرے کے عزت ووقار سے کھیلا گیا، بلکہ اس اختلاف سے پہلی جیسی محبت وعظمت ان کے درمیان تھی اسی وقار وعظمت کے مستحق وہ اختلاف کے بعد بھی تھے اس میں ذرہ برابر فرق نہ آتا تھا۔

حضرت زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عباس کے درمیان میراث کے ایک مسئلہ میں شدید اختلاف تھا اور دونوں اپنے اپنے موقف پر مضبوطی سے قائم تھے، حتیٰ کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اور وہ لوگ جو میراث کے اس مسئلہ میں میری مخالفت کرتے ہیں یکجا ہوں اور اپنا ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر مباہلہ کریں اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت کریں، الغرض حضرت ابن عباسؓ کو اپنے اجتہاد کی صحت اور حضرت زید بن ثابتؓ کے اجتہاد کی چوک پر اس قدر اعتماد تھا، مگر اس کے باوجود ایک دن حضرت ابن عباس نے حضرت زید بن ثابتؓ کو سواری پر دیکھا، تو اس کی رکاب تھام لی اور سواری کے ساتھ پیدل چلنے لگے اس پر حضرت زید نے فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی! آپ رکاب چھوڑ دیجئے ابن عباس عرض کرتے ہیں کہ میں رکاب کیسے چھوڑوں؟ مجھے تو اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ سن کر حضرت زید نے فرمایا کہ اچھا مجھے اپنا ہاتھ دکھایئے، جب ابن عباس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو زید بن ثابت نے اسے چوم لیا اور فرمایا کہ ہمارے نبی ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ ہمیں یہی معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کہاں دونوں کے درمیان اتنا شدید علمی اختلاف اور کہاں یہ ادب واحترام، یہ درحقیقت ان میں خشیت الٰہی کا پتہ دیتا ہے، اگر انسان میں نفسانیت نہ ہو اور اختلاف محض دین کی خاطر ہو تو عزت وتکریم میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے درمیان کئی مسائل میں اختلاف تھا، علامہ ابن قیمؒ نے ان دونوں حضرات کے درمیان مختلف فیہ مسائل کی تعداد سو سے زائد شمار کی ہے، لیکن اس قدر اختلاف ہونے کے باوجود ایک کے نزدیک دوسرے کی محبت میں کوئی کمی نہیں آئی اور نہ ایک دوسرے کے احترام اور تعلق ورواداری میں کمزوری آئی۔ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعودؓ کے پاس دو شخص آئے، ان میں سے ایک شخص نے قرآن پاک کی تعلیم حضرت عمرؓ سے پائی

تھی اور دوسرے نے حضرت ابن مسعودؓ سے عرض کیا کہ انہوں نے مجھے اس طرح پڑھایا ہے، یہ سن کر حضرت ابن مسعود رو پڑے، حتیٰ کہ کنکریاں آپ کے آنسوؤں سے تر ہو گئیں، پھر فرمایا کہ حضرت عمر نے جس طرح تمہیں پڑھایا ہے تم ویسے ہی پڑھو کیونکہ وہ اسلام کا ایسا مضبوط قلعہ تھے، جس میں لوگ داخل ہو کر نکلتے نہیں تھے، لیکن جب ان کی شہادت ہو گئی تو قلعہ میں شگاف پڑ گیا۔

اسی طرح ایک دن کا واقعہ ہے کہ ابن مسعود کو حضرت عمر فاروق نے آتا ہوا دیکھا تو کہنے لگے کیف ملأ علما او فقہا (یہ تو علم وفقہ سے لبریز ہیں) یہ تھا ان دونوں حضرات کے درمیان تعلق او رالفت ومحبت، ہر ایک دوسرے کے فضل کے معترف تھے۔ یہ واقعات ہمارے لئے نمونہ ہیں، اختلافی مسائل میں اسی طرح کی وسعت نظر کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن نہایت افسوس کے ساتھ ایک خبر انقلاب دکن گلبرگہ میں پڑھنے کو ملی مسجد سنگتراش واڑی گلبرگہ میں ۴؍اپریل کو نماز عصر میں اقامت کے وقت بیٹھنے اور ٹھہرنے کے معاملہ کو لے کر آپس میں گالی گلوج پھر ہاتھا پائی ہو گئی، گھونسے بازی ہوئی اور ہاکی اسٹک چلی، جس کے نتیجہ میں موذن اور مسجد کی کمیٹی کے ارکان شدید زخمی ہو گئے اور اس کی وجہ سے علاقہ میں دہشت پھیل گئی، پولیس اسٹیشن میں شکایت درج کرائی گئی اور تقریبا ۳۰؍افراد کے خلاف معاملہ درج کیا گیا، جس میں بعض ان افراد کو بھی ملزم ٹھہرایا گیا، جو فریقین کو سمجھا بجھا رہے تھے اور دونوں فریق کو صبر وتحمل سے کام لینے کی تلقین کر رہے تھے، یہ خبر انقلاب دکن گلبرگہ کے پہلے صفحہ پر شائع ہوئی ہے، زخمی حضرات کی تصویر بھی نمایاں انداز میں شائع ہوئی اور اس پر عنوان قائم کیا گیا'' معمولی بات پر موذن اور مصلیان پر حملہ''

میڈیا پر اس طرح کی خبر آنے سے مسلمانوں کی کیا شبیہ بنی؟ غیروں کو ہنسی کا کتنا موقع ملا؟ یونہی مسلمانوں کے سر طرح طرح کے الزامات تھوپے جا رہے ہیں اور اس طرح کے واقعات سے مزید ان کو تقویت مل رہی ہے۔ یہ غیر مناسب واقعہ جو گلبرگہ کے سنگتراش واڑی مسجد میں جس معاملہ کی وجہ سے پیش آیا وہ نہ تو اعتقادی مسئلہ ہے اور نہ ہی فرض، واجب ہے اور نہ سنت موکدہ وسنت ہدیٰ کا اختلاف ہے، بلکہ فقہاء نے اسے آداب صلوٰۃ میں سے قرار دیا ہے۔ نیز انہوں نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ اگر کوئی اس سے پہلے بھی کھڑا ہو گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اس لئے کہ آداب کے خلاف کرنے سے گناہ لازم نہیں آتا۔ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو ادب کہئے یا مندوب ومستحب، بہر حال اس پر اصرار کرنا اور اس پر کھڑے ہونے کو لازم سمجھنا اور دوسروں کو اس پر مجبور کرنا حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ: ''مندوب ومستحب امر پر اصرر کرنا اور اس کو ضروری ضلالت وگمراہی ہے، ایسے مسئلہ میں لڑائی جھگڑا، خون خرابہ، گالی گلوج اور ایک دوسرے کی عزت ووقار کو ٹھیس پہنچانا رحمۃ للعالمین کے امتی کی شان یہ ہرگز نہیں۔

اس واقعہ پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے، بڑے صدمہ اور دکھ کی بات ہے کہ جس نبی ﷺ نے اپنی امت کو یہ تلقن کی ہو کہ تم اگرچہ حق پر ہو پھر بھی اپنے کو لڑائی جھگڑے سے دور رکھا تو اللہ تعالیٰ تمہیں وسط جنت میں جگہ عنایت فرمائے گا، جس نبی ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ آپس کی لڑائی دین کو اس طرح مونڈھ دیتی ہے، جس طرح استرا بال کو سر سے صاف کر دیتا ہے اور یہ فرمایا کہ کسی انسان کے برے ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ کسی معاملہ میں فریق بن جائے۔ ہر فریق کو نبی کریم ﷺ کے ارشادات کی پاسداری کرنی چاہئے اور اہمیت کے ساتھ ان ارشادات کو اپنی زندگی میں داخل کرنا چاہئے، فروعی مسائل میں اختلاف لڑائی جھگڑے کے واسطے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے امت میں آسانی پیدا کی ہے، اگر کسی ایک جہت ہی کو متعین کر دیا جاتا تو اس سے جو پریشانی عام افراد کو لاحق ہوتی وہ اہل بصیرت سے مخفی نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور اتحاد واتفاق کے ساتھ اجتماعیت وخوش اخلاقی کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور علم طب

جہانگیر احمد

بیماریوں کے علاج سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مسلمانان عالم ''طب نبویؐ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مختلف بیماریوں اور ان کے علاج سے متعلق تقریبا ۵۰؍احادیث بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی وغیرہ میں کتاب الطب کے تحت موجود ہیں۔ ان ۵۰؍احادیث کے علاوہ ۳۰۰ سے زائد احادیث طہارت اور کھانے پینے کے عادات واطوار سے متعلق کتاب الاشربہ، کتاب الاطعمہ، کتاب اللباس، کتاب الطہارت، کتاب الحیض، کتاب الجنائز اور کتاب المرضی کے تحت بیان کی گئی ہیں۔ یہ حدیثیں جو ۴۰۰ کے قریب ہیں طب نبوی کو بیان کرتی ہیں۔ اسلام مذہب فطرت ہے اور اس نے اپنے پیروؤں کو ابتداء سے ہی جسمانی، ذہنی اور روحانی طور پر ایک صحت مند زندگی گزارنے کا مشورہ دیا ہے۔ زندگی کے تئیں کسی بھی طرح کی بے توجہی سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دواؤں پر زور دیا ہے اور جادو وہڈیوں کے ذریعہ علاج کرنے سے منع کیا ہے۔ لیکن بعض مواقع پر جھاڑ پھونک کی اجازت بھی دی ہے۔ اسی طرح صحت مند رہنے کیلئے آپ نے شہد استعمال کرنے کا مشورہ دیا، نیز مختلف بیماریوں کیلئے آپ نے جڑی بوٹیوں کے استعمال کا بھی مشورہ دیا مثلاً زعفران، ادرک، پودینہ، زیتون، سرکہ اور کلونجی وغیرہ سے متعلق احادیث منقول ہیں۔

شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امراض پھیلنے کا سبب فساد خون کے علاوہ فساد آب وہوا بھی ہوتا ہے، سائنس وٹکنالوجی نے اب بالکل واضح کر دیا ہے کہ اگر مرض پیدا کرنے والے جراثیم ہوا اور پانی میں شامل ہو کر ایک سے دوسرے تک نہ پہنچیں تو متعدی بیماریاں منتقل نہ ہوں۔ تعدیہ کا تصور ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بھی ملتا ہے۔ مگر یہ اس سلسلے کے دوسرے قدیم وجدید تصورات سے کچھ مختلف ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تعدیہ کی کوئی حقیقت نہیں۔'' اس حدیث سے اس حقیقت پر روشنی پڑتی ہے کہ تعدیہ بذات خود Active Cause (سبب فاعلی) نہیں ہے، بلکہ اس کا پیدا کرنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے وہ چاہتا ہے تو بیماری منتقل ہو کر ایک سے دوسرے تک پہنچ جاتی ہے اور چاہتا ہے تو بیمار شخص کے ساتھ رہنے والا ایک صحت مند شخص اس کے ساتھ رہتے ہوئے بھی تندرست رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے، پینے، صفائی وستھرائی اور روز مرہ کے کاموں کے سلسلے میں جو آداب بیان کئے ہیں اگر ہم ان پر مکمل طور پر عمل کریں تو متعدی امراض سے مکمل حفاظت ہو سکتی ہے۔ اس زوایہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات دیکھیں:

حضرت اسامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہیں کسی علاقے سے طاعون پھیل جانے کی خبر ملے تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم کسی ایسے علاقے میں ہو، جہاں طاعون پھیل چکا ہو تو وہاں سے ہرگز نہ نکلو۔'' (بخاری، کتاب الطب)

اس ارشاد نبویؐ کی معنویت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جدید طبی تحقیقات اس کی مکمل تائید کرتی ہیں اور یہ تسلیم کرتی ہیں

کہ اگر کسی علاقے میں کوئی وبائی مرض پھیلا ہو تو وہاں کسی صحت مند کو نہیں جانا چاہئے اور نہ ہی کسی مریض کو وہاں سے منتقل ہونا چاہئے۔ اسی طرح ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جذام کے مریض سے اس طرح بھاگو جیسے شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہو، میڈیکل سائنس کے جدید تجزیہ کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ جذام اگرچہ ابتدائی مرحلہ میں متعدی مرض نہیں ہے لیکن آخری مرحلہ میں پہنچ کر متعدی ہو جاتا ہے۔ مریضوں کے ساتھ گھلنے ملنے کی مخالفت کی ساتھ آپؐ نے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ مرض بذات خود موثر نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ایسا ہوتا ہے۔ پانی کی نظافت کے پیش نظر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیتے ہوئے برتن میں سانس لینے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے میں منع فرمایا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پورا پانی نہ پی جاؤ، بلکہ تین دفعہ رک رک کر پیو اور جب پینا شروع کرو تو اللہ کا نام لو اور پی چکو تو اس کی حمد بیان کرو۔'' (ترمذی)

آپ کے ان ارشادات عالیہ کی معنویت کا اندازہ جدید میڈیکل ریسرچ سے ہوتا ہے۔ علم منافع الاعضاء (Physiology) سے ثابت ہوتا ہے کہ سانس لینے میں پھیپھڑوں کے اندر جو ہوا جاتی ہے اس میں آکسیجن کی مقدار ۲۱ فیصد، نائٹروجن کی مقدار ۷۹ فیصد اور کاربن ڈائی آکسائڈ کی مقدار بڑھ کر ۵ فیصد ہو جاتی ہے۔ اس اعتبار سے باہر نکلنے والی خطرے سے دو تین فیصد قریب ہوتی ہے۔ اسی طرح گیس پانی میں حل پذیر ہوتی ہے، پھونک مارنے کے عمل سے وہ پانی میں حل ہو کر مضر صحت ہو سکتی ہے۔ اس عمل کو اگر لگاتار جاری رکھا جائے تو کئی جان لیوا بیماریوں کے حملے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو ہوا سانس سے باہر نکلتی ہے۔ اس میں مرض کے اعتبار سے لاکھوں جراثیم مثلاً خناق، نمونیا، ٹی بی وغیرہ کے ہو سکتے ہیں، جو پانی میں سانس لینے سے پانی میں شامل ہو سکتے ہیں اور دوسروں تک منتقل ہو سکتے ہیں۔ نظافت ہی کے خیال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتنوں کو صاف رکھنے اور انہیں گندگی سے بچانے کا حکم دیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جب رات کو سونے لگو تو چراغ گل کر دو، دروازہ بند کر دو، مشکیزہ کا منہ باندھ دو اور کھانے پینے کے برتن اچھی طرح ڈھک دو۔''

کتا اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو ایسے برتن کو آپ نے خوب اچھی طرح دھونے کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات بار دھویا جائے، جن میں پہلی اور آخری بار مٹی کے ساتھ دھویا جائے اور اگر بلی منہ ڈال دے تو ایک مرتبہ دھونا کافی ہے۔'' اس حدیث سے دو چیزیں واضح ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ کتے کے لعاب میں ضرور کوئی خاص چیز ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اتنے مبالغہ کے ساتھ دھونے کا حکم دیا گیا، دوسرے یہ کہ مٹی میں ضرور کوئی ایسی خاصیت ہوتی ہے، جس سے اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ میڈیکل ریسرچ نے دونوں حقیقتوں کو آشکارا کر دیا ہے۔ میڈیکل ریسرچ نے ثابت کیا ہے کہ کتے کے لعاب میں ایک مخصوص قسم کے جراثیم ہوتے ہیں، جنہیں Rabies virus کہتے ہیں، ان سے ایک انتہائی موذی اور مہلک مرض پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح تحقیقات کی روشنی میں یہ سامنے آیا ہے کہ مٹی میں دیگر اجزاء کے علاوہ کثیر مقدار میں نوشادر، شورہ قلمی، امونیم، اور کیلیشیم آکسائڈ ہوتے ہیں، جن سے اس قسم کے وائرس کی تطہیر ہو جاتی ہے۔

سائنس و ٹکنالوجی جوں جوں ترقی کرتی جا رہی ہے آپکے ارشادات کی وضاحت ہوتی جا رہی ہے اور کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔'' لہٰذا آپ کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ برحق ہے۔ بس ضرورت ہے کہ آپ ارشادات کو اپنی زندگی میں اتاریں اور زندگی کے ساتھ آخرت کو بھی سنواریں۔

❖❖

حضرت سعید بن مسیّب رحؒ

حضرت سعید بن مسیبؒ ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں، وہ مدینہ کے رہنے والے تھے اور اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے۔ عالم ہی نہیں بلکہ عالم باعمل یعنی انہوں نے قرآن اور حدیث سے جو علم حاصل کیا تھا اس پر چلتے بھی تھے۔ ہر وقت خیال رکھتے تھے کہ کوئی بات قرآن اور حدیث کے خلاف نہ ہو جائے۔ وہ اس زمانے میں پیدا ہوئے جب پیارے نبی ﷺ کے بڑے بڑے صحابہؓ (پیارے ساتھی) موجود تھے۔ ان ہی بزرگوں سے حضرت سعید بن مسیبؒ نے قرآن اور حدیث کا علم سیکھا تھا۔ وہ پیارے رسول ﷺ سے دین کی جو بات سیکھی، اسے یاد کر لیا اور اس پر عمل کرنے لگے۔ اس طرح وہ ایک بڑے اچھے اور سچے مسلمان بن گئے۔ ان کا علم جتنا بڑھا ہوا تھا اسی اعتبار سے ان کا عمل بھی تھا۔ علم و عمل نے ان کا مرتبہ اتنا بلند کر دیا تھا کہ صحابہ بھی ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ پیارے رسول کے پیارے صحابی حضرت ابو ہریرہؓ ان سے اتنا خوش ہوئے کہ اپنی بیٹی کی شادی ان سے کر دی۔ کتابوں میں حضرت سعید بن مسیب کی بہت سے خوبیاں لکھی ہیں۔ اگر ہم ان سب کو لکھیں تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو جائے۔ ہاں! اس وقت ہم ان کی ایک بات لکھتے ہیں ذرا اسے پڑھئے اور سوچئے ان کی زندگی میں ہمارے لئے کیسی کیسی نصیحتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن مسیب کو ایک بڑی اچھی بیٹی عطا فرمائی تھی۔ یہ لڑکی بڑی سمجھدار تھی۔ حضرت سعید نے اسے پڑھانا شروع کیا تو اس نے تھوڑے ہی دنوں میں قرآن اور حدیث کا علم حاصل کر لیا۔ قرآن اور حدیث میں جو کچھ پڑھا، اس پر پوری کوشش سے عمل بھی کرنے لگی۔ وہ چاروں طرف علم والی اور علم پر عمل کرنے والی مشہور ہو گئی۔ ساتھ ہی وہ نہایت خوبصورت بھی تھی اور ہاں یہ بھی ہم بتا دیں کہ وہ ایک خاندانی لڑکی تھی۔ یعنی حضرت سعید بن مسیب قریش خاندان سے تھے۔ قریش خاندان عرب میں بڑی عزت والا مانا جاتا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک عزت والے خاندان سے تھی۔ اس طرح اس میں چار بڑی بڑی خوبیاں تھیں۔

۱- وہ اونچے خاندان سے تھی۔
۲- وہ نہایت خوبصورت تھی۔
۳- وہ بڑی عالمہ یعنی علم والی تھی۔
۴- وہ دین کی باتوں پر چلنے والی یعنی دین دار لڑکی تھی۔

اب سنئے! اس لڑکی کی اچھائیوں کی شہرت ہوئی تو اس کی تعریف خلیفہ عبدالملک نے سنی۔ خلیفہ عبدالملک اس وقت کا بہت بڑا بادشاہ تھا۔ اس نے اس لڑکی کو اپنی بہو بنانا چاہا، اپنے بیٹے کی شادی اس سے کرنا چاہی، ایک بزرگ کو حضرت سید بن مسیب کے پاس بھیجا۔ لیکن سعید بن مسیب نے اپنی لڑکی کی شادی شہزادے کے ساتھ کرنے سے انکار کر دیا۔ جی ہاں! شہزادے کے ساتھ بیٹی کی شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ بات جس نے سنی دنگ رہ گیا، ذرا سوچئے بادشاہ کے یہاں کیسے آرام سے رہتی یہ لڑکی۔

وہاں ہر طرح کا آرام اور سکھ ملتا۔ ہر وقت لونڈیاں، باندیاں ہاتھ باندھے سامنے کھڑی رہتیں۔ لڑکی ہر وقت دھن

و دولت سے کھیلتی، جیسا کھانا چاہتی، کھاتی، جیسا لباس اور زیور چاہتی، پہنتی، جو جی چاہتا کرتی۔ بادشاہوں اور شہزادوں کی زندگیوں میں یہی سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر ایک بات کے نہ ہونے سے سعید بن مسیب نے پسند نہیں کیا۔ وہ بات یہ تھی کہ وہ عبدالملک کو سچا خلیفہ ہی نہیں مانتے تھے، بلکہ ایک ظالم بادشاہ سمجھتے تھے۔ ایسا ظالم بادشاہ، جس کے بڑے بڑے سردار بھی ظالم ہوں۔ اس کے سرداروں میں سب سے بڑا سردار حجاج بن یوسف ثقفی تھا۔ یہ بڑا ہی ظالم شخص تھا اور اس کے ظلم کو عبدالملک بہت پسند کرتا تھا۔ بس اسی لئے سعید بن مسیب نے اپنی لڑکی اس کے لڑکے کو نہیں دی۔ عبدالملک نے بہت دباؤ ڈالا، ستایا بھی، لیکن حضرت سعید بن مسیب کے سامنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث تھی کہ جس میں ہے کہ لوگ خاندان کو، دھن دولت کو، علم اور خوبصورتی کو دیکھ کر شادی کرتے ہیں لیکن شادی دین دار سے کرنا چاہئے۔ ظاہر بات ہے کہ ظالم وہی ہوگا جو دیندار نہ ہوگا پھر بھلا سعید بن مسیب عبدالملک سے رشتہ کیسے کر لیتے؟ وہ اس دنیا کے سکھ کو مٹ جانے والا سکھ سمجھتے تھے اور ٹھیک بھی یہی ہے۔ سکھ تو بس آخرت کا سکھ ہے۔

سچا مسلمان تو اس میں خوش رہتا ہے کہ وہ اچھے کام کرے اور دین پر چل کر اللہ کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب ایسے ہی تھے اور ایسے ہی آدمی کو پسند کرتے تھے۔ ان کی لڑکی بھی ایسی ہی تھی۔ شادی نہ کرنے پر جب عبدالملک نے بہت زیادہ ستانا شروع کیا تو سعید بن مسیب نے سوچا کہ لڑکی کی شادی کہیں جلد ہی کر دینا چاہئے۔ اب دیکھئے انہوں نے اپنی لڑکی کے لئے دولہا کیسا تلاش کیا۔ ان کے شاگردوں میں ایک بڑا اچھا طالب علم تھا۔ طالب علم کا نام تھا ''وداعہ'' ایک بار ایسا ہوا کہ وداعہ کئی دن برابر غیر حاضر رہے۔ پھر جب حاضر ہوئے تو سعید بن مسیب نے پوچھا اتنے دنوں تک کہاں غائب رہے؟ وداعہ نے بتایا کہ ''بیوی کا انتقال ہو گیا، اسی لئے حاضر نہ ہو سکا۔''

''تم نے مجھ کو خبر کیوں نہیں کی؟''

حضرت سعید بن مسیب نے پوچھا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں بھی جنازے کی نماز میں شریک ہوتا۔ وداعہ یہ سن کر چپ ہو گئے۔ پھر جب اٹھ کر چلنے لگے تو حضرت سعید بن مسیب نے پوچھا تم نے دوسری شادی کرنے کیلئے کہیں کچھ سوچا یا نہیں؟

''حضرت! میں غریب آدمی......؟

وداعہ نے کہنا شروع کیا ''مجھے اپنی لڑکی کون دے گا؟'' وداعہ سے یہ سنا تو فرمایا ''میں دوں گا۔''

اس کے بعد اسی وقت وہیں پر اپنی بیٹی کی شادی وداعہ کے ساتھ کر دی، جسے عبدالملک نے اپنے لڑکے کیلئے مانگا تھا۔ انہوں نے وداعہ سے نہ یہ پوچھا کہ تم کس خاندان سے ہو، نہ یہ دیکھا کہ وداعہ کے پاس کتنی دولت ہے، اور نہ اس کی پرواہ کی کہ وداعہ شکل وصورت کے کیسے ہیں۔ ہاں یہ ضرور جانتے تھے کہ وداعہ بڑے دیندار طالب علم ہیں۔

نکاح ہو جانے کے بعد وداعہ گھر گئے۔ انہوں نے کسی کو نہیں بتایا کہ شادی کر کے آ رہا ہوں۔ شاید ان کا خیال یہ ہو کہ جب تک بیوی گھر میں نہ آ جائے اس وقت تک نہیں بتانا چاہئے اور بھئی دیکھو تو وداعہ جو کپڑے پہن کر مدرسے گئے تھے، ان ہی کپڑوں میں شادی ہوئی تھی۔ پھر لڑکی کیلئے کوئی جوڑا وغیرہ بھی نہیں تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اگر بتاتے تو لوگ یقین نہ کرتے اور الٹے مذاق بناتے۔

اچھا بھائی! آگے سنئے! مغرب کا وقت ہوا، حضرت سعید بن مسیب نے مغرب کے بعد بیٹی کو ساتھ لیا اور داماد کے گھر کی طرف چلے۔ وہاں وداعہ کا یہ حال تھا کہ وہ اس دن روزے سے تھے۔ مغرب کے بعد کھانا کھانے کیلئے اٹھے ہی تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا: کون صاحب؟''

جواب ملا ''سعید'' وداعہ نے سنا تو لیکن سمجھے ہی نہیں کہ حضرت سعید بن

مسیب ہوں گے۔ بات یہ تھی کہ حضرت سعید بن مسیب مسجد جانے کے علاوہ گھر سے نکلتے ہی نہ تھے، تو بھلا وداعہ کا دھیان ان کی طرف کیسے جاتا؟ وہ سمجھے سعید نام کے کوئی اور صاحب ہوں گے۔ جا کر دروازہ کھولا تو انہیں دیکھا۔ السلام علیکم کے بعد عرض کیا کہ آپ نے آنے کی تکلیف کیوں کی۔ مجھے بلوا لیا ہوتا۔

اچھا خیر فرمایئے! کیا حکم ہے؟ کہنے لگے کہ بھئی جب تمہاری بیوی موجود ہے تو اسے تمہارے گھر میں ہونا چاہئے۔ میں اسے لے کر آیا ہوں، لو، یہ ہے تمہاری بیوی!

نئی نویلی دلہن وہی روز کے کپڑے پہنے باپ کے پیچھے کھڑی تھی۔ نہ نیا جوڑا، نہ گہنا اور نہ پالکی۔ باپ کے ساتھ پیدل ہی شوہر کے گھر آ گئی تھی۔ حضرت سعید بن مسیب نے لڑکی کو وداعہ کے گھر میں کر دیا اور وہیں سے ''السلام علیکم'' کہہ کر واپس ہو گئے۔

اب تو وداعہ کی خوشی نہ پوچھئے۔ اب انہیں لوگوں کو بتانا ہی پڑا۔ اس وقت وداعہ کی والدہ صاحبہ کسی دوسرے گھر میں تھیں۔ انہوں نے سنا تو دوڑی ہوئی آئیں۔ بہو کو دیکھا بہت خوش ہوئیں۔ وداعہ کہتے ہیں کہ سچ مچ حضرت سعید بن مسیب کی یہ بیٹی قرآن کی حافظ تھی، حدیث کی عالم تھی اور یہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اچھی بیوی کی کیا خوبیاں بیان فرمائی ہیں۔

دیکھا! کیا آج کل بھی مسلمان اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کے موقع پر اسی طرح سوچتے ہیں؟ سچی بات تو یہ ہے کہ آج کل کے مسلمان اپنے دین اور اپنے بزرگوں کے راستے سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ آج کل لوگ اس طرح سوچتے ہیں کہ شادی ہو تو بڑے گھرانے میں، چاہے وہاں دینداری ہو یا نہ ہو، شادی ہو تو مالدار گھرانے میں چاہے وہ حرام کمائی کر کے کمایا گیا ہو، شادی ہو تو کسی خوبصورت کے ساتھ، چاہے وہ پکا شیطان ہو، پھر شادی بھی اس طرح ہوتی ہے کہ اس میں خوب پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔ نام کرنے کی طرح طرح کی رسمیں کی جاتی ہیں۔ اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد ان شادی کرنے والوں کو روتے ہوئے پایا جاتا ہے کہ ہائے شادی میں سب کچھ لٹا دیا، اب اتنے کے قرضدار ہیں۔ تو بھائی جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکموں پر عمل نہیں کرتا، دیندار نہیں بنتا، اس کا یہی حال تو ہوتا ہی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب سے اچھی شادی وہ ہے، جس میں کم سے کم خرچ ہو۔ اس حدیث کو سامنے رکھئے اور دیکھئے کہ حضرت سعید بن مسیب نے کیسی اچھی طرح اپنی بیٹی کی شادی کی۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے اور ان لوگوں پر جو ان کی پیروی کریں۔

جنت کے دَروازے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے رستہ میں ایک جوڑا (ا) دے گا، وہ جنت کے ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔ کہا جائے گا اے اللہ کے بندے یہ بہتر ہے، پس نمازی کو نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا غازی کو جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ روزہ دار کو باب الریّان سے، اور خیرات کرنے والوں کو صدقہ کے باب سے بلایا جائے گا، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، جو شخص ان دروازوں سے بلایا جائے گا اس کا نقصان تو نہیں ہے لیکن میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کوئی ایسا بھی ہے جو ان سب دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ ﷺ نے عرض کیا ہاں مجھے امید ہے تم ان میں سے ہو۔ (بخاری مسلم)

سوال وجواب

مفتی راشد حسینی ندوی

سوال:- ہمارے یہاں مسجد میں بہت سے نمازی فجر میں صرف دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض، ظہر میں چار رکعت سنت پھر چار رکعت فرض اس کے بعد دو رکعت سنت، عصر میں صرف چار رکعت فرض، مغرب میں تین رکعت فرض اور دو رکعت سنت، عشاء میں چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت اور تین رکعت وتر پڑھتے ہیں اور بقیہ سنت ونوافل نہیں پڑھتے جبکہ ظہر میں بارہ رکعت، عصر میں آٹھ رکعت، مغرب میں سات رکعت اور عشاء میں سترہ رکعتیں ہیں، کیا اتنا ہی پڑھ لینا درست ہے؟

جواب:- صورت مسئولہ میں ان حضرات کا جو معمول آپ نے بیان کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرات فرائض وتر اور سنن مؤکدہ کی پابندی کرتے ہیں لیکن سنن غیر مؤکدہ یا نوافل کی پابندی نہیں کرتے ہیں، تو اگر یہ لوگ نوافل بھی پڑھ لیا کرتے تو بڑا ثواب ہوتا، حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرائض میں جو کمی رہ جاتی ہے نوافل کے ذریعہ اس کی تلافی کردی جاتی ہے، اور بھی بہت سے فضائل آتے ہیں، لیکن صرف نوافل چھوڑنے کی بنیاد پر ان حضرات کی نکیر نہیں کیجا سکتی۔ اس لئے کہ نوافل نام ہی ان عبادات کا ہے، جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور چھوڑنے والا گنہگار نہیں ہوتا، نیز نفل وہ ہے، جو دلیل ندب سے ثابت ہو اور جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی نہ فرمائی ہو (شامی ۶/۷) تو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز پر پابندی کرنا ثابت نہ ہو، تو دوسرے اگر اس پر پابندی نہ کریں تو ان پر نکیر یا تنقید نہیں کی جاسکتی البتہ اس کے فضائل بیان کرکے اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

سوال:- ہمارے وطن میں اکثر عورتیں ایک یا دو بچوں کی پیدائش کے بعد آپریشن کروالیتی ہیں تاکہ نسل آگے نہ بڑھے، کبھی کبھار ایسا بھی کرتی ہیں کہ ایک بچہ کے بعد ایک یا دو سال تک دوا وغیرہ کھاتی ہیں تاکہ بچہ کی پیدائش جلدی نہ ہو، پھر اس کے بعد دوا وغیرہ کھانا چھوڑ دیتی ہیں، بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس عورت کے ہاتھ سے کھانا حرام ہے، کیا کتاب وسنت سے یہی حکم ملتا ہے، اگر کوئی انجانے میں ایسا کرچکا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:- آپریشن کرواکے بچہ دانی نکلوادینا بالکل ناجائز ہے الا یہ کہ دین دار مسلمان ڈاکٹر اس کے بغیر جان کا خطرہ بتائے اور آپریشن کو ضروری بتائے، ہاں بچہ یا ماں کی صحت کی خرابی کا اندیشہ ہو یا کوئی اور عذر ہو تو منع حمل کی عارضی تدابیر (دوائیں وغیرہ استعمال کرنا) جائز ہے، لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ایسی عورت کے ہاتھ سے کھانا حرام ہے، ہاں پہلی شکل میں عورت سخت گنہگار ہوتی ہے، اگر انجانے میں ایسا ہوگیا ہو تو

اسے توبہ استغفار کرنا چاہئے لیکن بہر حال لوگوں کی بات من گڑھت ہے (جدید فقہی مسائل ص ۱۳۰ ج ۱۳ اہم فقہی فیصلے)

سوال:- شادی سے پہلے کچھ لوگ لڑکی کے گھر جاتے ہیں تو لڑکی والے کچھ روپے دیتے ہیں، جس کو آختہ کہتے ہیں، اب اگر کسی وجہ سے طلاق ہوگئی تو کیا لڑکے والے اس روپیہ کے لینے کے حقدار ہیں؟

جواب:- مخصوص انداز میں تاریخ مقرر کرنے کے واسطے جانا اور لڑکی والوں کا اس میں رقم دینا ان رسوم ورواج میں سے ہے، جن کو ترک کردینا چاہئے، اس لئے کہ ان کی وجہ سے معاشرہ میں بڑی خرابی اور بگاڑ پیدا ہورہا ہے، لیکن بہر حال جس رقم کا تذکرہ ہے وہ لڑکی والوں کی طرف سے بطور تحفہ اور ہدیہ کے ہوتی ہے، ہدایا کا اصول یہ ہے کہ ہلاکت کے بعد ان کی واپسی نہیں کی جاسکتی۔ (ہندیہ ۱/۳۸۶)

سوال:- دولہا کو جو سامان یعنی گھڑی، سائیکل اور نقدی دیجاتی ہے اگر زوجین میں مفارقت ہوجائے تو اسے واپس کیا جائیگا یا نہیں؟

جواب:- نقدی واپس نہیں ہوگی، دوسری اشیاء کے سلسلہ میں علاقہ کے عرف وعادت کے مطابق عمل کریں گے، اگر رواج طلاق کے وقت سامان واپس کرنے کا ہو تو واپس کیا جائیگا، ورنہ نہیں۔ (ہندیہ ۱/۳۸۶، فتاوی دارالعلوم ۸/۳۶۰)

سوال:- اگر کوئی شخص کسی مردے کو نہلائے تو کیا مردے کو نہلانے والا ناپاک ہوجاتا ہے؟ بغیر غسل کئے ہوئے وہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:- میت کو غسل دلانے والا ناپاک نہیں ہوتا ہے، لہٰذا وہ بغیر غسل کئے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے، البتہ غسل کرنا اس کیلئے مستحب ہے۔ (شامی ۱/۱۲۵) ●●●

دعوت الی اللہ **دعوت ایمان**

دعوتی فکری مطبوعات کا اہم ترین ادارہ

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

انسانی عقل وفہم تک توحید کے دلائل نبوی طریقہ دعوت کی پابندی کے ساتھ پہنچانا امت مسلمہ کی اہم ترین ذمہ داری ہے اس کے لیے اعتدال، توازن، مثبت نہج کی ضرورت ہے جو دراصل نبوی طریقہ اور نبوی نہج ہے اس شاہ راہ کی فکر وعمل کی دعوت "حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ" کی تصنیفات میں ملتی ہے۔

حضرت مولاناؒ کی تمام تصنیفات حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں۔

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

Academy of Islmic Research & Publications

P.B. No.119, Nadwatul Ulama, Lucknow-Ph.: 0522-2741539 Fax: 2740806

جرمن خاتون
ثناء نور
کا قبول اسلام

محمد جاوید اختر ندوی

جرمن خاتون ثناء نور بیلفد اسلامی مرکز کے امام کی موجودگی میں او راپنی سہیلیوں کے سامنے کلمات شہادتین "اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ" زبان سے ادا کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی، یہ سہیلیاں ثناء نور کے اسی انقلاب آفریں اور فیصلہ کن گھڑی کا نظارہ کرنے آئی تھیں، پھر تو حاضرین کی طرف سے مبارکبادیوں کا تانتا بندھ گیا، جرمن مسلمانوں کی فہرست میں ایک نومسلمہ کے اضافہ سے تمام لوگوں کے چہرہ پر خوشی کی لہر دوڑ گئی، ادھر چند سالوں میں بڑی تیزی کیساتھ مختلف سن وطبقہ کے افراد نے اسلام قبول کیا ہے۔ صرف ۲۰۰۶ میں ۶ ہزار جرمن اسلام کے دامن میں پناہ لے کر امن وسکون کی زندگی بسر کررہے ہیں۔

ابتدائی حالات اور ثناء نور نام رکھنے کی وجہ:-

ثناء نور والدین اور دو بھائیوں پر مشتمل ایک چھوٹے سے خاندان میں پیدا ہوئی، اس کی عمر ۲۳ سال ہے۔ پہلے وہ قزاقستان میں سکونت پذیر تھی، جب وہ صرف ۱۳ سال کی تھی اس کے والدین ہجرت کرکے جرمن آگئے، اس کا نام روسی زبان میں "ستیلانا" تھا، جس کا معنی نور ہے، اس لئے اس نے اسی سے مماثل ہم آہنگ نام "ثناء نور" اختیار کیا۔

تلاش حق کی تڑپ:-

جب وہ صرف تیرہ سال کی تھی، اس کے ذہن میں دین محمدی کے تعلق سے مختلف سوالات وقتاً فوقتاً اٹھتے تھے، یہ اسلام کیا ہے؟ محمد نبی کون ہیں؟

ہم مسیحی اسلام اور رسول اسلام سے کیوں نفرت کرتے ہیں، وہ کہتی ہے: میرے دل میں ہمیشہ اسلامی تعلیمات جاننے کی خواہش رہی، مگر میں پوچھتی بھی تو کس سے؟ والد سے پوچھتی تو وہ ہاں ہاں کرکے رہ جاتے، بلکہ کبھی کبھار تو چہرہ بشرہ سے ناپسندیدگی وترش روئی کے واضح اثرات نمایاں ہوتے، اور مجھ سے کہتے، ایسے سوالات مت کیا کرو، ورنہ تمہیں بڑی سخت سزا ہوگی، لیکن دل کے اندر ایک آگ لگی تھی، جو ہر لحہ اس دین کی حقیقت واصلیت جاننے کیلئے آمادۂ عمل کرتی تھی، مزید یہ کہ میں اللہ اور حضرت مسیح کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی تھی، مسیحیت کے مطابق میرا ذہن یہ ماننے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتا کہ حضرت عیسیٰ مسیح ہمارے خدا ہیں۔

جب میں والدین کے ہمراہ جرمن آئی، تو یہاں ترکی وپاکستانی کچھ دوست وساتھی مل گئے، ان سے ملاقات بات اور نشست وبرخاست میں مجھے وہ محبت و اپنائیت محسوس ہوئی جو میں نے جرمنوں میں بالکل مفقود پایا، تو دل میں پھر وہ خواہش انگڑائی لینے لگی اور سوچا ان سے اسلام اور محمد کے متعلق کچھ باتیں معلوم ہوں گی۔ سالہا سال گزر گئے لیکن ان سے اس موضوع پر بات کرنے کا سرا نہیں ملتا تھا، میں گرجا گھر میں پادری سے مذہب اسلام کے متعلق کچھ معلومات لینے لگی، ان کے جوابات میں اسلام اور مسلمانوں سے نفرت وعداوت کے علاوہ کچھ نہیں ملا، وہ تو اسلام کو متشدد ودہشت گرد دین ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے، اس کے بعد میرے اندر کی بے چینی اور تیز ہوگئی، مگر کوئی صحیح راستہ نہیں ملتا، اس طرح دیکھتے دیکھتے ایک مدت گزر گئی، دل میں تڑپ اٹھتی، مگر کس سے پوچھوں، نہیں معلوم،

خدا کا کرنا ہوا کہ ایک ترکی نوجوان مسلم سے تعارف ہوا اور ہم دونوں میں بڑی شناسائی ہوگئی، ان کے گھر والوں سے بھی میری ملاقات ہوئی، ان لوگوں نے محبت ونرمی اور عزت واحترام کا معاملہ کیا، اور میں اس طرح ان کے گھر کا ایک مانوس فرد بن گئی، اس نوجوان سے ہمیشہ میں اسلام کے متعلق کچھ نہ کچھ پوچھتی رہی، اور وہ خاموش رہتا، وہ خود اسلام سے ناواقف تھا، خوش قسمتی کہئے کہ وہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا تھا، لیکن میں نے ہار نہیں مانی، اب اس کی امی سے سوالات کرنے لگی وہ اس سے بہت خوش ہوتی اور مجھے تشفی بخش جوابات دیتی، ان کو اسلام کے متعلق خاصا علم تھا مگر میری مکمل تشنگی اب بھی دور نہیں ہوئی تھی۔

مرکز اسلامی درد کا درماں

پھر نے میں قرآن کے متعلق پوچھا تو اس نے ترکی زبان میں قرآن کا ترجمہ دیا مگر میں عربی وترکی دونوں زبانوں سے ناواقف تھی، اب میں بذات خود اسلام کا مطالعہ انٹرنیٹ پر کرنے لگی، جس سے مجھے قرآن پڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا اب میں نے اسلامی مرکز بیلفد جانے کا تہیہ کرلیا، اسلامی مرکز میں خلاف توقع بڑی عزت ملی، ان حضرات نے جرمنی زبان میں اسلام کا ایک نسخہ اور اس کے ساتھ متعدد دینی کتابوں کا ایک پیکٹ بھی دیا، ان کتابوں کو میں بڑے شوق ووارفتگی اور اسلام کے تعلق سے ایک ایک حرف کو آنکھیں گڑا کر پڑھنے لگی، اس دوران میں پابندی سے اسلامی مرکز جاتی رہی، اور ان حضرات سے اسلام، رسول اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں زبانی سوالات بھی کرتی رہی، پھر تقریبا دو ماہ بعد مرکز جاکر اسلام میں داخل ہوگئی، اور مکمل یقین کے عالم میں اسلام کا کلمہ پڑھ لیا،

ایمانی جذبات واحساسات

قبول اسلام کا لحہ میری زندگی کا حسین ترین لحہ ہے، کلمہ پڑھتے وقت مجھے کیسی فرحت وشادمانی محسوس ہورہی تھی میں اس کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی میرا دل دھڑک رہا تھا، رگ وریشے کانپ رہے تھے، اور پورا جسم پسینہ میں شرابور تھا، جب کہ اس وقت باہر درجہ حرارت صفر سے بھی کم تھا، لیکن میں نے اپنی پوری قوت کو جمع کرکے عزم وہمت کیساتھ کلمہ حق ادا کرلیا۔ کلمہ طیبہ کی ادئیگی میں صرف میری زبان نہیں بلکہ جسم کا رواں رواں شامل تھا، اب میں مسلمان ہوگئی اور فلاح ونجات کا راستہ ڈھونڈنے میں کامیاب ہوگئی۔

اسلام کی نعمت

ثناء نور کہتی ہے، اب میں مذہب اسلام کو محسن دین محسوس کرتی ہوں، اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب کے مسلمانوں کو ایک ایسی عظیم نعمت سے مالا مال کیا ہے جس پر صبح وشام شکر بجالانا واجب ہے، وہ اسلام کی نعمت عظمیٰ اور تحفہ ربانی ہے، اب اندازہ ہوا کہ اس دین، اس کی کتاب قرآن پاک اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قدر احسانات مسلمانوں بلکہ عالم انسانیت پر ہیں، میں اپنے تمام دوستوں اور ساتھیوں کو مذہب اسلام میں داخل ہونے کو کہوں گی، وہ لوگ جو اسلام اور رسول اکرم کے متعلق معلومات کے خواہاں اور کشادہ ظرف ہیں ان کی ضرورت کے مطابق تمام معلومات مہیا کروں گی، اور مقدور بھر اسلام کا دفاع کروں گی، اور اب سادہ زندگی بسر کروں گی کہ رب دو جہاں نے مجھے عظیم نعمت سے نوازا ہے، اور وہ اسلام کی نعمت ہے،

اسلامی حجاب، شوق بھی خوف بھی

اسلام قبول کرنے کے بعد حجاب استعمال کرنے کے تعلق سے ثناء نور کہتی ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اسلام نے حجاب عورتوں کی ستر پوشی اور عفت وعصمت کے تحفظ کیلئے لازم کیا ہے، تا کہ ان گھورتی